عاشقانِ رسول کیلئے بیش قیمت تحفہ

لطائفِ دیوبند

غازی ملت حضرت مولانا
سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی

ضیاء الدین پبلیکیشنز

سلسلۂ اشاعت ۲

نام کتاب ـــــــــــ لطائف دیوبند

مؤلف ـــــــــــ مولینا سید محمد ہاشمی میاں

ناشر ـــــــــــ ضیاء الدین پبلیکیشنز کراچی

طباعت ـــــــــــ بار اول اکتوبر ۱۹۸۶ء

مطبع ـــــــــــ مشہور آفسٹ پریس

قیمت ـــــــــــ

ضیاء الدین پبلیکیشنز

کھارادر کراچی ۲

فہرست مضامین

انتساب

میں "التبصرۃ علی الہدایۃ" کی تالیف میں مصروف تھا۔
دفعتاً ایک شخص میرے کمرے میں آیا۔
اور کہنے لگا۔
میں اس راز کو نہ سمجھ سکا کہ سنیوں کے دو گروہ آپس میں کیوں لڑتے ہیں، کیا تفریق اتحاد سے بہتر ہے؟
اچانک اس سوال کا کوئی جواب دیئے بغیر میں نے اُسے "لطائف دیوبند" کی غیر مطبوعہ کاپی دے دی اور کہا:
"اگر آپ کو دینی اطمینان و سکون حاصل کرنا ہے تو اسے بغور پڑھیں"
ایک دن میری عدم موجودگی میں میرے ایک ساتھی کو لطائف دیوبند کی کاپی واپس کرتے ہوئے یہ کہا:
"لطائف دیوبند" کو پڑھنے سے آنکھیں کھل گئیں اور میں دینِ یقین کو پا گیا۔
اور پھر چلا گیا۔
اگر مجھے اس کا نام معلوم ہوتا تو نام لکھ کر اسکی طرف منسوب کرتا۔

سید محمد ہاشمی

وجہ تالیف

یہ بات درجۂ مشاہدہ کو پہونچ کر ایک ناقابل تردید حقیقت بن چکی ہے کہ اکثر علمائے کرام کی جنگ نہ تو جارحانہ ہے اور نہ ہی مدافعانہ بلکہ مکالمانہ۔ اور اب یہی مکالمانہ روش ترقی کر کے "مناظرانہ" شکل اختیار کرتی جارہی ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ اکثر حضرات علمائے دیوبند کے بارے میں مختلف الخیال ہیں۔ اس لئے میں نے سخت ضرورت محسوس کی کہ علمائے دیوبند کے صحیح موقف کی وضاحت کی جائے تاکہ ان کے افکار و نظریات کی تصویر سامنے آجائے۔ اور اختلافات کا بڑھتا ہوا سیلاب ختم جائے۔

ضمن میں بعض ایسی بھی شخصیتیں زیر بحث آگئی ہیں جن کا علمائے دیوبند سے یا تو بالکل تعلق نہیں ہے یا کچھ تعلق ہے۔

عالم الغیب والشہادہ خوب جانتا ہے کہ میری اس تالیف کا مقصد صرف یہ ہے کہ دو بچھڑے ہوئے بھائی گلے مل جائیں۔ باب الاختلافات ہمیشہ کیلئے بند کر دیا جائے اور ایک ایسا ماحول بن جائے جہاں سبھی لوگ ہم خیال و ہم عقیدہ ہوں۔

رب الارباب کی بارگاہ بے کس پناہ میں میری یہ دعا ہے کہ اسے قبول فرمائے اور متلاشیان حق کیلئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین

سید محمد ہاشمی

کچھ سمجھ کر ہوا ہوں موج دریا کا حریف ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

لطیفہ نمبرا

میں پہلے ملحد، بد باطن منکر خدا اور اسلام دشمن تھا۔
مولانا مودودی کا اعتراف

ماہنامہ " انوار اسلام " فروری ۱۹۶۳ء رام نگر وارانسی، جس کے ایڈیٹر جماعت اسلامی کے رکن جناب مولوی ابو محمد امام الدین رام نگری ہیں۔ وہ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ کے مدیر جناب الطاف حسین قریشی کا قلمبند کیا ہوا بعنوان " ملاقات نامہ " سے نقل کرتے ہوئے صفحہ ۱ کالم ۲ پر فرماتے ہیں:-

> میں نے (مولانا مودودی نے) قرآن وحدیث کا براہ راست مطالعہ شروع کیا۔ حقائق و معارف کھلتے گئے۔ بے یقینی کا غبار دھلتا چلا گیا۔ میں نے دوسرے ادیان کی کتابوں کا بھی مطالعہ کر رکھا تھا۔ ادیان کے تقابلی مطالعہ نے مجھے اک گونہ اطمینان عطا کیا۔ دراصل اب میں نے اسلام سوچ سمجھ کر قبول کیا تھا۔ مجھے اس کی حقانیت پر کامل یقین تھا۔
>
> (ص ۱ ماہنامہ " انوار اسلام " رام نگر بنارس فروری ۱۹۶۳ء)

اگر یہ صحیح ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مودودی صاحب نے شرعی اصول وضوابط کے طوق کو گلے سے اُتار کر آزادانہ اور عامیانہ روش کیوں اپنائی؟ جس کا اعتراف خود مودودی صاحب کو ہے

"میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ ہی حنفیت یا شافعیت کا پابند ہوں"۔

رسائل ومسائل جلد ۱ صفحہ ۱۸۵

پھر اسی عامیانہ روش پر چلتے ہوئے قوانین قرآن اور الٰہی نظام کا یوں مذاق اڑاتے ہیں:۔

جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو۔ ایسی جگہ زنا وقذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہے۔ (تفہیمات جلد دوم صفحہ ۲۸۱)

یہیں تک نہیں بلکہ رسول مقبول کی عظمتوں اور رفعتوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اس کی وجہ یہی تو تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا تھا۔

> اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے؟
> (تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں ص۱)

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ اس میں خدا کی غیبی تائیدوں، حضور اکرم کی پیغمبرانہ صلاحیتوں، کائنات گیر عظمتوں اور کلمۂ حق کی روشن صداقتوں کو قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔

حسن اتفاق سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اچھی استعداد کے لوگ مل گئے تھے اس لئے حضور کامیاب ہوگئے۔ اگر خدانخواستہ اس طرح کے لوگ نہ ملے ہوتے تو معاذ اللہ حضور کی ناکامی رکھی ہوئی تھی۔ (جماعت اسلامی ص۴۲)

اور اس "الٰہی نظام" کے نفاذ میں خدا و رسول کو معاذ اللہ شکست فاش ہوئی ——— الحاصل ساری خوبی مومن بننے والوں کی تھی۔ مومن بنانے والے کے اندر کوئی کمال نہ تھا۔

اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں۔ جماعت اسلامی کے ایک اجتماع عام میں امیر جماعت مولانا مودودی کی تقریر کو سُن کر بعض افراد و ارکان جماعت سرگرداں و پریشاں ہوئے جس کا اظہار بصورت مراسلہ یوں کیا جاتا ہے

> "اختتامی تقریر کے بعض فقرے میرے بعض ہمدرد رفقاء کے

لئے باعث تکدر ہی ثابت ہوئے اور دوسرے مقامات کے مخلص ارکان وہمدردوں میں بھی بددلی پھیل گئی۔" (رسائل ومسائل جلد ا صفحہ ۲۳۱)

مولانا مودودی صاحب کی نازک خیالی اور ذہنی بالاتری کو ٹھیس نہ پہنچنے پائے اسلئے شکایت کو نرم سے نرم ترلہجے میں ادا کرنے کے لئے یہاں تک لکھا جاتا ہے

"تقریر کی صحت میں کلام نہیں۔ صرف انداز تعبیر اور طرز بیان سے اختلاف ہے۔" (ایضاً)

ایک رکن جماعت کتنے نیاز مندانہ لب ولہجہ میں امیر جماعت کے حضور اپنے مافی الضمیر کو پیش کررہا ہے۔ پھر بھی امیر جماعت کی نخوت فکر برداشت نہ کرسکی کہ میری ذات کو انانیت کی دلفریب وادیوں سے ہٹا کر تنقید کی سان پر رکھا جائے۔

وہ جو کل قرآن کے بعض قوانین کو ظلم سے تعبیر کرکے مسرور ہورہا تھا۔ اور تنقید کے پس پردہ انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں سے تمسخر کرنے میں بھی نہیں چوکتا تھا۔ آج خود کو جب تنقید کی کسوٹی پر محسوس کرتا ہے تو مشتعل ہوکر دلدادگان جماعت پر یوں برہم ہوتا ہے کہ قلم کی شرافت وسنجیدگی بھی برقرار نہ رہ سکی۔

"جنہیں میری تقریر پر اعتراض کرنے اور بددلی اور رنجش کا اظہار کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا وہ آخر کس قدر عزت کے مستحق ہیں کہ

اُن کے جذبات و خیالات کا لحاظ کیا جائے۔ ایسے لوگ دراصل بندۂ حق نہیں بلکہ "بندۂ نفس" ہیں۔ (رسائل و مسائل جلد ۱ ص ۲۳۴)

مزید فرماتے ہیں:-

"دراصل جو باتیں میری اس تقریر کو سننے کے بعد اس گروہ کے لوگوں نے کی ہیں۔ ان سے تو مجھے یقین حاصل ہو گیا ہے کہ یہ لوگ فی الواقع دین کے کسی کام کے نہیں۔ ان کا ہمارے قریب آنا، ان کے دور رہنے بلکہ مخالفت کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" (ایضاً)

گویا وہ شخص جو تلخ آمیز حقیقتوں کو بصد عجز و نیاز مولانا مودودی کی بارگاہ عالی میں پیش کرنے کی جسارت کرے، مولانا موصوف کے نزدیک "بندہ حق نہیں" بلکہ "بندۂ نفس" ہے ـــــ "دین کے کسی کام کا نہیں" ـــــ اس کا جماعت میں رہنا مخالفت کرنے سے زیادہ خطرناک ہے ـــــ کیوں؟ ـــــ اس کا جواب یہی تو ہے کہ وہ شخص قرآن و رسول پر تنقید کرنے کے بجائے ایسی ذات پر تنقید کرنے لگا جو بزعم خود "تنقید سے بالاتر" ہے۔

تنقید کے ریت سے تعمیر کئے ہوئے محل کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مودودی تحریرات اور ان کے تیار کردہ لٹریچر کے نتائج آیا اسلامی برآمد ہوتے ہیں یا غیر اسلامی؟

جماعت اسلامی کا مستند ترین ماہنامہ " زندگی " ملاحظہ فرمائیں ۔

" لٹریچر دیکھنے سے مجھ میں یہ انقلاب رونما ہوا ہے کہ اب میں صحابہ کے بعد سے آج تک سوائے مودودی صاحب کے کسی شخص کو کامل الایمان نہیں سمجھتا " (زندگی اکتوبر ۱۹۴۹ء)

گویا مجتہدین اربعہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام حنبل ہوں ۔ یا حضرت عمر بن عبد العزیز، سیدنا غوث الاعظم، مجدّد الف ثانی شاہ عبد الحق محقق دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث اور شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی ہوں ۔ سب کے سب ناقص الایمان ہیں ۔ اگر صحابہ کے بعد کوئی کامل الایمان ہے تو صرف مودودی صاحب ۔ بہر حال میں موصوف کا شکریہ ضرور ادا کروں گا ۔ کیونکہ وہ صحابہ کرام پر ترس کھا گئے ۔ ورنہ میں ڈرنے لگا کہ فرط محبت و عقیدت میں وہ مودودی صاحب کو افضل البشر بعد الانبیاء نہ کہہ بیٹھیں ۔ آگے چل کر مزید بے نقاب ہوتے ہیں :

" میں خواجہ معین الدین چشتی کے مسلک کو غلط تصور کرتا ہوں بڑے بڑے مشاہیر امت کا کامل الایمان ہونا میری نظر میں مشتبہ ہو گیا ہے ۔ (زندگی ، اکتوبر ۱۹۴۹ء)

بڑے بڑے مشاہیر امت سے بد گمان ہونا ، ان کو ناقص الایمان قرار

دے کر مودودی صاحب کو نہ صرف کامل الایمان بعد الصحابہ باور کرانا بلکہ مولانا عامر عثمانی کی بولی میں یہاں تک غلو کر جانا کہ :-

> "وہ شخص مولانا مودودی پر کیا چوٹ کرے گا جس نے مولانا موصوف کی خداداد عظمت و عبقریت کے آستانے یزدان کی روشنی میں سجود نیاز لٹائے ہوں۔"
> (ماہنامہ "تجلی" فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۵۴)

عقیدت کا یہ خمار "ایمان شکن" نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ یہی مولانا عامر ہیں جنہیں ایمان کے سائے میں شرک کے صنم خانے نظر آتے ہیں اور جن کے عقیدے میں اللہ والوں کی چوکھٹ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہی سو برس کا ایمان غارت ہو جاتا ہے۔

لیکن قیامت ہے کہ وہی مولانا مودودی کے آستانۂ عظمت یزدن کی روشنی میں سجود نیاز لٹا رہے ہیں اور ان کے عقیدۂ توحید کو ذرا سی ٹھیس بھی نہیں لگتی۔

صفحۂ ہستی پر شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو یہ نہ جانتا ہو کہ رسول خدا پر ایمان لائے اور ان کی رسالت و صداقت کی تصدیق کئے بغیر بڑے سے بڑے عمل کا کوئی نفع آخرت میں مرتب نہیں ہو سکتا۔ لیکن مودودی صاحب منفعت اخروی کے لئے رسول عربی کی تصدیق کو قطعاً ضروری نہیں سمجھتے۔ فرماتے ہیں۔

"جو لوگ جہالت و نابینائی کے باعث رسول عربی کی صداقت کے قائل نہیں ہیں مگر انبیائے سابقین پر ایمان رکھتے ہیں اور صلاح و تقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو اللہ کی رحمت کا اتنا حصہ ملے گا کہ ان کی سزا میں تخفیف ہو جائے گی" (تفہیمات جلد ا ص۱۲۸)

میں چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن و حدیث میں کہیں بھی اس عقیدے کی سند موجود ہو تو پیش کیجئے کہ جو اہل کتاب جہالت و نابینائی کے باعث رسول عربی پر ایمان نہ لائیں اور ان کا خاتمہ ہو جائے تو وہ مرنے کے بعد کسی درجے میں بھی رحمت الٰہی کے سازگار رہوں گے اور انہیں اپنے عمل کا نفع آخرت میں ملے گا۔[۱]

کیا اس مقام پر مودودی صاحب کتاب و سنت کو نظر انداز کر کے خالص اپنی ذہنی دلچسپیوں سے کام نہیں لے رہے ہیں؟ کیا مودودی صاحب اپنے قیاسات و ظنیات سے اس عقیدے کی تشکیل نہیں کر رہے ہیں؟

ان حقائق کی روشنی میں ماہنامہ "انوار اسلام" میں مندرج مودودی صاحب کے ذیل کے فقرے، کیا لغو، خلاف واقعہ اور مہمل قرار نہ پائیں گے۔

"میں نے قرآن و حدیث کا براہ راست مطالعہ شروع کیا حقائق و معارف کھلتے چلے گئے۔ بے یقینی کا غبار ڈھلتا چلا گیا۔ تا آخر

(ماہنامہ انوار اسلام فروری ۶۲ء ص۱)

[۱] جماعت اسلامی ص۸۹

بلکہ بات وہی صحیح ہے جس کا اعتراف خود مودودی صاحب نے کیا ہے جو مذکورہ بالا ماہنامہ میں متذکرہ بالا جملوں سے پہلے درج ہے۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

"جب میں کالج کی تعلیم سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال کی تھی۔ اس کے بعد میں نے آوارہ خوانی شروع کی۔ جو کچھ ملا اُسے پڑھ ڈالا۔ ہر موضوع اور ہر عنوان پر۔ ہر قسم کی کتابیں پڑھیں۔ اس آوارہ خوانی کا نہایت ہی خطرناک نتیجہ برآمد ہوا۔ خدا اور آخرت پر سے یقین اٹھتا چلا گیا۔ تشکک و ارتیاب سے ایمان و یقین کی بنیادیں منہدم ہو گئیں خدا کا وجود سمجھ میں نہ آتا تھا۔ تمام دینی عقائد لغو اور غیر منطقی نظر آتے تھے۔"

(الانوار اسلام، نگراں رکن جماعت ابو محمد امام الدین رام نگری فروری ۱۹۶۲ء ص۱۱)

ایسی حالت میں اگر مودودی صاحب قرآنی قوانین کو "بلا شبہ ظلم" اور خدا کی غیبی تائیدوں، رسول کی پیغمبرانہ صلاحیتوں کو صحابہ کرام صلے اللہ تعالیٰ علی نبیہم وعلیہم وبارک وسلم کا مرہون منت کہہ بیٹھیں یا اپنے اوپر جائز تنقید ہوتے ہوئے بجھ کر مشتعل ہو جائیں اور لوگوں کو شریعت سے آزادی اور بے قیدی کا کبھی کبھار درس دیں تو دراصل یہ اسی "آوارہ خوانی" کا نتیجہ ہے جس نے انہیں ملحد بدباطن منکر خدا اور اسلام دشمن بنایا۔

مہتمم دیوبند کے خلاف مفتیٔ دیوبند کا فتویٰ
ملحد، بے دین، عیسائیت وقادیانیت کی رُوح

قاری طیب جب تک توبہ نہ کریں اُن کا بائیکاٹ کیا جائے ہمارے علماء کے مشاغل دینیہ کی عبرت انگیز مثالیں!

۲ر جنوری ہفت روزہ "دورِ جدید" دہلی کی موٹی موٹی سُرخیاں!

اسی فتوے کے بارے میں جناب ابو محمد امام الدین رام نگری اپنے ماہنامہ الوار اسلام ص۔۔۔ پر تحریر فرماتے ہیں:-

" یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سُرخیاں کتنی ہولناک اور پریشان کن ہیں۔"دورِ جدید" کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ استفتاء اور صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مولانا سید مہدی حسن صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گزرا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی کوئی نئی کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے "اسلام اور مغربی تہذیب" اس کتاب کے بعض اقتباسات سے کسی نے استفتاء مرتب کر کے مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کے پاس بھیجدیا۔ اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ مفتی صاحب نے شریعت کا حکم بیان کر دیا۔ بعد ازاں مستفتی نے استفتاء اور فتویٰ اس وضاحت کے ساتھ کہ اقتباسات حضرت

مہتمم صاحب کی کتاب کے ہیں۔ اخبار "دعوت" میں شائع کیا۔

(انوار اسلام فروری ۶۳ء ص کالم ۲)

اب اخبار "دعوت" ملاحظہ فرمائیں۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے۔

اقتباس ۱:- یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذرا کے سامنے جس شبیہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماردی وہ شبیہ محمدی تھی۔

اس ثابت شدہ دعوے سے متین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس ۲:- پس حضرت مسیح کے ابنیت کے دعوے دار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو۔

اقتباس ۳:- حضور تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیا کے خاتم کئے گئے جس سے ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی۔ بحوالہ ...

اقتباس ۵:- بہرحال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہ محمدی سے خلقاً و خلقاً، رتباً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہئے۔"

براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت اور عدم صحت کو ظاہر کرکے بتائیں کہ ایسا شرعی دعویٰ کرنے والا اہلسنت والجماعت کے نزدیک کیسا ہے؟

(المستفتی)

الجواب:- جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں اس کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کر رہا ہے بلکہ در پردہ قرآنی آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔ وہ شبیہ محمدی کا نہ تھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون. کلمۃ القاھا الی مریم وروح منہ ط فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) فقال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا ۔ قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ اٰیۃ للناس الیٰ اٰخر الاٰیات ۔ ما کان محمد

ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے
قائل تھے اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوشخبری
سنانے آیا تھا۔ شخص مذکور ملحد بے دین ہے۔ عیسائیت وقادیانیت کی
روح اس کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے اور اس ضمن میں عیسائیت سے
عقیدے عیسٰی ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے۔ جس کی تردید علی رؤس
الاشہاد قرآن نے کی ہے۔ نیز لا تطروني كما اطرت النصارى عيسٰى
ابن مریم (الحدیث) ببانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ
اقتباسات قرآن وحدیث وجملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں
مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیے۔ بلکہ ایسے عقیدے والے کا
بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند

اب سنئے کہ عبارت کس کتاب کی ہے اور کس عالم کے قلم سے یہ باتیں نکلی ہیں؟
اسلام اور مغربی تہذیب کے عنوان سے قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
کی ایک نئی کتاب چھپی ہے۔ اسی سے یہ اقتباسات لئے گئے ہیں اور ان ہی اقتباسات
پر دارالعلوم کے مفتی صاحب نے فتویٰ یہ دیا ہے کہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کیا
جانا چاہئے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

"دعوت" سہ روزہ ایڈیشن ۲۲ ر دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ اول

بعنوان "خبر و نظر"

نبی کریم کے خلاف صف آرا ہونے والوں کا سفینۂ حیات جب طوفان خود فریبی میں ہچکولے کھانے لگا تو اس ہولناک صورت حال سے پریشان ہو کر حلقہ بگوشان دیو بند یہاں تک کہنے پر مجبور ہوئے۔

"استفتا اور فتوے کی اشاعت اور اس بات کے معلوم ہو جانے کے بعد کہ فتویٰ مولانا محمد طیب کی کتاب کے متعلق ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ حضرت مولانا اور مفتی صاحب اور دار العلوم پر اس کا رد عمل کیا ہوا؟ لیکن مولانا کے افکار و نظریات کو دیکھ کر ہمیں بڑی وحشت ہوئی۔ معلوم نہیں ان کو کیا ہو گیا ہے، اور اسلام و مغربی تہذیب میں مفاہمت کا یہ کون سا طریقہ ہے جو انہوں نے اختیار کیا ہے؟ ہمیں حیرت ہے کہ مولانا محمد طیب صاحب کے دماغ میں ایسی باتیں کیسے پیدا ہوئیں۔ کیسے قلم سے نکلیں اور کیسے ان کی اشاعت ہو گئی؟ ناشر بھی تو عالم ہیں ——— "مہتمم دار العلوم کے خلاف مفتی دار العلوم کا فتوےٰ" ——— یہ کتنی قابل افسوس اور عبرتناک صورت حال ہے۔"

(انوار اسلام فروری ۱۹۶۳ء ص)

بہر حال مفتی دار العلوم کے فتوے کی روشنی میں مہتمم دار العلوم مولانا محمد طیب کی شرعی پوزیشن یہ متعین ہوتی ہے:-

(۱) قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کرنے کے سبب محرف قرآن ہیں۔

(۲) بلکہ در پردہ قرآنی آیات کی تکذیب و تردید کے سبب منکر کتاب اللہ

اور مکذب آیات قرآن ہوئے۔

(۳) قاری صاحب موصوف ملحد و بے دین ہیں۔

(۴) عیسائیت اور قادیانیت کی روح ان کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے

(۵) وہ عیسائیت کے عقیدے "عیسیٰ ابن اللہ" کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں

(۶) مہتمم صاحب موصوف کے یہ اقتباسات قرآن و حدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔

(۷) ان کو بائیکاٹ کرنا چاہئے جب تک توبہ نہ کریں۔

مہتمم صاحب موصوف کی اس بے دینی اور الحاد پسندی پر پردہ ڈالنے کے لئے موصوف کے محب صادق ابو محمد امام الدین رام نگری یہ مشورہ دے رہے ہیں۔

> "دعوت" میں فتوے کی اشاعت کے تقریباً ایک ماہ کے بعد یہ تشدد لکھا جا رہا ہے۔ ابھی تک جناب مولانا محمد طیب صاحب یا جناب مفتی صاحب کا بیان بھی شائع نہیں ہوا۔ ضرورت ہے کہ کتاب کی اشاعت روک دی جائے۔" (انوار اسلام فروری ۶۳ء)

غور فرمائیے! قاری صاحب پر الحاد و بے دینی کا فتوے لگے۔ آج ساتواں سال ہے یعنی ۱۹۶۲ء میں قاری صاحب ملحد و بے دین قرار دیئے گئے اور آج ۱۹۶۸ء ہے۔ پھر بھی نہ قاری صاحب کو علمائے دیوبند نے بائیکاٹ کیا اور نہ ہی اساتذۂ دار العلوم ان سے قطع تعلق ہوئے۔ ذرا بتائے کہ ابھی تک

قاری طیب صاحب نے اعلان توبہ نہ کرکے اسی ملحدانہ اور بے دینی کی روش کو اپنا رکھا ہے اس کا کھلا اور واضح مطلب صرف یہ ہے کہ ایسا شخص جو صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے فتوے کی روشنی میں "ملحد اور بے دین" ہو۔ محرف قرآن و مکذب آیات ربانیہ ہو۔ نیز عیسائیت وقادیانیت کی روح ہو۔ — وہ دارالعلوم دیوبند کے انتظام واہتمام کی مسند عالی پر فائز ہو سکتا ہے اور اس منصب کا مستحق اُسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں خود دارالعلوم دیوبند کو، کیا اسلامی اور روحانی ادارہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جہاں کا مہتمم و منتظم خود وہیں کے صدر مفتی کی نظر میں "ملحد و بے دین" ہو۔ فیصلہ بذمۂ ناظرین ہے۔

"سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خواں نے مندرجہ ذیل شعر محفل مولود میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا۔ شعر

جو چھو بھی دیوے سگِ کوچہ تیرا اسکی نعش
تو پھر تو خُلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب

(۱) یہ شعر پڑھنا حرام اور کفر ہے، اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ ہو تو اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے۔ یہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے

اس کو تا بہ مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔

احمد حسن ۱۵ ارشوال ۱۳۷۹ھ سنبھل

(۲) اس شعر کا مفہوم کفر ہے۔ لکھنے والا اور عقیدے سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔

ظہور الدین سنبھل

(۳) کسی بے ہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بیوقوف اور بے ہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط کرنا چاہیئے۔

سعید احمد سنبھل

(۴) اس شعر کا نعت میں پڑھنا اور سننا دونوں کفر ہے۔

وارث علی عفی عنہ سنبھل

(۵) تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔ محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسۃ الشرع سنبھل

(۶) شعر مذکور اگرچہ نعت میں ہے لیکن حد شرع سے باہر ہے ایسا شعر نہ کہنے والے کو کہنا اور نہ پڑھنے والوں کو پڑھنا جائز ہے۔ یہ غلو اور قبیح ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ۔ دہلی

نمبر (۲)۔ الف نمبر فتوےٰ

مذکور شعر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے شعر میں

حد درجہ کا غلو ہے. جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے
شاعر کا فر اس درجہ سے نہیں ہو سکتا کہ شعر کا پہلا مصرع شرط ہے (جو)
معنی میں اگر کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے. شرط کا وجود محال
ہے. اسلئے دوسرا مصرعہ جو بطور جزا کے ہے. اس کا مترتب ہونا بھی محال
ہے. مگر شعر نعت رسول سے بہت گراہوا اور رکیک ہے. ایسے غلو سے شاعر
کو بچنا فرض اور ضروری ہے. ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے
بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے. یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کے مطابق
ابلیس جنت میں نہیں جائے گا. مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے
کہ اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے جب تک صحیح توجیہ اس کے کلام کی
ہوسکتی ہے. اُس وقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں. ایسے
اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہئے. واللہ اعلم

کتبہ. سید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳.۲.۷۰ ھ جمعہ

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ جس شعر پہ مذکورہ مفتیان دیوبند نے
کفر وضلالت کے فتوے صادر فرمائے ہیں. وہ شعر بانی دار العلوم دیوبند
مولانا قاسم نانوتوی کا ہے. گویا مذکورہ مفتیوں نے اپنے قاسم العلوم والخیرات"
کو ہی کافر فاسق قرار دیا ہے. ملاحظہ ہو شعر مع حوالہ ہے

جو چھوے بھی دیوے سگِ کوچہ تیرا اُسکی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

(ماخوذ از قصائد قاسمی مصنفہ مولانا قاسم نانوتوی مطبوعہ مطبع مراد آباد ضلع مراد آباد)

مختصر یہ کہ مولانا قاسم نانوتوی مذکورہ مفتیوں کی نظر میں:۔

(۱) کافر، بے ایمان، فاسق، اور سخت گنہگار ہیں۔

(عالم دیوبند مفتی احمد حسن سنبھل)

(۲) مولانا کے شعر کا مفہوم کفر، اس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔

(عالم دیوبند مفتی ظہور الدین سنبھل)

(۳) مولانا بے ہودہ اور جاہل آدمی ہیں۔

(عالم دیوبند مفتی سعید احمد سنبھل)

(۴) مولانا کے اس شعر کو نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر۔

(عالم دیوبند مفتی وارث علی سنبھل)

(۵) مولانا کا کافر، بے ہودہ اور جاہل ہونا بالکل صحیح ہے۔

(عالم دیوبند مفتی محمد ابراہیم مدرسہ الشرع)

(۶) مولانا کا یہ شعر حد شرع سے باہر، غلو اور قبیح ہے۔

(عالم دیوبند مفتی محمد کفایت اللہ۔ دہلی)

(۷) مولانا شرعی اصول سے ناواقف، حد درجہ غالی اور توہین رسول کے مرتکب ہیں۔ ان کا یہ شعر بہت گرا ہوا اور رکیک ہے۔

(صدر مفتی دار العلوم دیوبند سید مہدی حسن صاحب)

لطیفہ نمبر ۴

حفظ الایمان کی ایک متنازعہ عبارت کا واحد حل

عبارت درج ذیل ہے۔

> "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ بہائم کے لئے حاصل ہے۔"
> (حفظ الایمان مصنفہ مولانا تھانوی ص ۸)

اس عبارت سے ایک معمولی اردو جاننے والا بآسانی سمجھ لے گا کہ مولانا تھانوی کے نزدیک نہ صرف فخر عالم غیب داں بلکہ زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ بہائم بھی غیب داں ہیں ——— مگر علمائے دیوبند کے مطاع عالم مخدوم الکل مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔

> "یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔"
> فتاویٰ رشیدیہ کامل کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ص ۹۶

مولانا گنگوہی کے اس فتوے کی روشنی میں مولانا تھانوی کے مشرک ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ بہرحال مسلمانوں کا ایک گروہ اس عبارت کی تائید میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر صحیح اور درست ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے اور دوسرا گروہ اسی شدومد کے ساتھ تردید میں مصروف ہے۔ چنانچہ بات بڑھتی گئی اور نتیجہ اچھا، بُرا نکلتا رہا۔

اس سلسلے میں میری تحقیق یہ ہے کہ مولانا مدنی، مولانا مرتضیٰ حسن، اور مولانا منظور احمد نعمانی کی تاویلات و توضیحات سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہی صحیح اور درست ہے چنانچہ مولانا مدنی فرماتے ہیں۔

> "حضرت مولانا (تھانوی) عبارت میں لفظ "ایسا" فرما رہے ہیں۔ لفظ "اتنا" تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ "اتنا" ہوتا تو اس وقت البتہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے برابر کر دیا۔ (الشہاب الثاقب ص۱۰ مطبع قاسمی دیوبند)

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

> "اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو لفظ "ایسا" تو کلمہ تشبیہ کا ہے"

مولانا مدنی کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ "عبارت مذکورہ" میں لفظ "ایسا" تشبیہ

تشبیہ کیلئے ہے۔ اگر "اتنا" یا "اس قدر" کے معنی میں ہوتا تو یقیناً کفر تھا۔ اب دیکھیے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی کیا فرماتے ہیں:۔

> "واضح ہو کہ "ایسا" کا لفظ فقط "مانند" اور "مثل" ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی "اس قدر" اور "اتنے" کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (یعنی عبارت مذکورہ میں) متعین ہیں۔"
>
> توضیح البیان ص۸ مطبع قاسمی دیوبند

مزید فرماتے ہیں:۔

> "عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی "اس قدر اور اتنا" ہے پھر تشبیہ کیسی؟" (توضیح البیان ص۱۷)

مولانا منظور بھی ایسا ہی فرماتے ہیں:۔

> "حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی "ایسا" تشبیہ کیلئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہے۔"
>
> (فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص۳۲)

تقریباً یہی مضمون کتاب مذکور کے صفحہ ۳۴ ، ۴۰ اور ۴۸ پر بھی ہے۔
اس اجمالی گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مولانا مرتضیٰ حسن اور مولانا منظور

نعمانی اس بات پر متفق ہیں کہ عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی "اس قدر اور اتنا" ہے۔ اگر تشبیہ کے لئے ہوتا تو موجب کفر ہوتا۔

"اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہوا جو مولوی سرفراز احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے"۔ (ایضاً ص ۳۵)

حاصل کلام۔ مولانا مرتضےٰ حسن اور مولانا نعمانی کے نزدیک لفظ "ایسا" بمعنی "اتنا" اور "اس قدر" ہے۔ اگر تشبیہ کے لئے قرار دیا جائے تو کفر ہے اور مولانا مدنی کے نزدیک لفظ "ایسا" تشبیہ کیلئے ہے۔ اگر بمعنی "اتنا اور اس قدر" قرار دیا جائے تو کفر ہے۔

حل۔ عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" کے دو ہی معنی ہیں۔ (۱) یا تو "تشبیہ" کے لئے ہے (۲) یا بمعنی "اس قدر یا اتنا" پہلی شق مولانا مرتضےٰ حسن اور مولانا نعمانی کے نزدیک کفر۔ اور دوسری شق مولانا مدنی کے نزدیک کفر۔

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں شقیں کفر ہیں۔ اس عبارت متنازعہ کی کوئی تاویل نہیں۔ نیز یہ نتیجہ بھی قدرتی طور پر برآمد ہو گیا کہ مولانا مرتضےٰ حسن اور مولانا نعمانی دونوں کے دونوں مولانا مدنی کی تاویل کی روشنی میں کافر۔

اور مولانا مدنی بھی مولانا مرتضےٰ حسن اور مولانا نعمانی کی تاویل کی روشنی میں کافر۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اس صورت حال کو دیکھ کر مجھے ایک اور شعر یاد آگیا۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ دینِ حق پہچان کر
ہم ہوئے مسلم تو وہ مسلم ہی کافر ہوگئے

لطیفہ نمبر ۵

سوال:۔ کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت حق جاننا بدعت ہے۔ اور یہ قول کیسا ہے۔ بیّنوا و توجروا۔

الجواب:۔ یہ شخص عقائدِ اہلسنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے۔ واللہ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی　　نشان مہر

الجواب صحیح ــــــــــ اشرف علی عفی عنہ

"حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا عقیدہ اہل ایمان ہے۔ اس کا انکار الحاد و زندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف

وبے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدے کا بد دین و ملحد ہے۔"

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ [نشان مہر] مفتی مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح ــــــ بندہ محمود حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند

"وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں ہے" حررہ المسکین عبد الحق

الجواب صحیح محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی، مراد آباد

"ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔"

ابو الوفا ثناء اللہ [نشان مہر]

اب سنئے عبارت کس کتاب کی ہے اور کس عالم کے قلم سے یہ باتیں نکلی ہیں۔ "ایضاح الحق" مولانا اسمٰعیل دہلوی کی تصنیف ہے۔ بصورت استفتاء بھیجی گئی عبارت اسی کتاب کے صفحہ ۳۵، ۳۶ سے ماخوذ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان
وجہت و اثبات رویت بلا جہت و
محاذات الخ ہمہ از قبیل بدعات
حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات
مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد

جب یہ راز فاش ہو گیا کہ اکابر دیوبند نے جس شخص کو جاہل بے بہرہ کافر، ملحد، زندیق، بے دین اور غیر سنی قرار دیا ہے وہ انہیں حضرات کے

امام و پیشوا، شہید بے نوا مولانا اسمٰعیل دہلوی ہیں تو مولانا رشید احمد گنگوہی کو اظہار افسوس ان الفاظ میں کرنا پڑتا ہے۔

> "ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے کیا مضمون اور کس کی تالیف؟"
> (فتاوائے رشیدیہ کامل ص۲۳۶ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

لطیفہ نمبر ۶

جب آپ نے اکابر دیوبند کے دین و ایمان کو سمجھ لیا کہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" تو آئیے اب ان حضرات کے حالات کا بھی ایک سرسری جائزہ ان کی ہی روایات کی روشنی میں لیتے چلیں۔

وہ اپنے معاملات میں تاویل و توجیہ، اغماض و مسامحت سے کام لیتے تھے!

انھوں نے اپنے ایک مرید کے کفری طرز عمل کے بارے میں نہیں کہا کہ کلمۂ کفر ہے۔ اور شیطانی فریب اس کفری طرز عمل کو غایت محبت پر محمول کر کے ٹال دیا۔

مولانا تھانوی کے بارے میں فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی تحقیق ہے۔

"اپنے معاملات میں تاویل وتوجیہہ اور اغماض ومسامحت کرنے
کی مولانا میں جو خوبی تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے
کہ ایک مرتبہ کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ
میں ہرچند کلمۂ تشہد صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا یہ
ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے
ظاہر ہے کہ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ کلمۂ کفر ہے شیطان
کا فریب ہے اور نفس کا دھوکہ ہے۔ تم فوراً توبہ کرو اور استغفار پڑھو۔
لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے
غایت محبت ہے اور یہ سب اسی کا نتیجہ وثمرہ ہے۔"

(برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۰۷)

ان کی اوصاف شماری میں حد درجہ غلو اور مبالغہ کیا گیا

ان کو صحابہ وتابعین کیا معنی انبیاء سے بھی جا ملایا ہے۔
دلدادگانِ مولانا تھانوی کے بارے میں فاضل دیوبند مولانا اکبر آبادی
کی رائے۔

"ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ان کی اوصاف شماری میں اس درجہ
غلو اور مبالغہ کیا گیا ہے کہ ان کو صحابہ وتابعین کیا معنی انبیاء سے

بھی جا ملا یا ہے ۔ (برہان دہلی مئی ۵۲ء صہ۲۹۷)

لطیفہ نمبر ۸

فضائل مصطفےٰ آج مصلحۃً بیان کر دینا چاہئے تا کہ وہابیت کا شبہہ ختم ہو سکے

علمائے دیوبند کا نقطۂ نظر

"فضائل کے لئے روایات درکار ہیں اور وہ مجھے یاد نہیں"

مولانا تھانوی کا ارشاد:۔

> "دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسے دستار بندی میں بعض اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے جائیں تا کہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو اور موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں ۔ حضرت والا (تھانوی صاحب) نے باادب عرض کیا اس کے لئے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھ کو مستحضر نہیں ۔"
>
> اشرف السوانح حصہ اول صہ۷۶

یہ حضرت والا وہی ہیں جن کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بنا رکھا ہے وہ

حکیم الامت، مجدد دین وملت، آیۃٌ من آیات اللہ، حجۃ اللہ فی الارض اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ مگر قربان جائیے ان کے مبلغ علم اور جذبہ محبت رسول پر کہ حجۃ اللہ فی الارض اور آیۃ من آیات اللہ ہوتے ہوئے بھی نہ تو فضائل رسول کی روایات ان کو مستحضر ہیں اور نہ ہی بیان فضائل سے کچھ دلچسپی۔

لطیفہ نمبر ۹

مولانا تھانوی کے پردادا مرنے کے بعد زندوں کے مثل آتے اور ساتھ میں مٹھائیاں لاتے۔ جب بدنامی کے ڈر سے گھر والوں نے راز فاش کردیا تو ان کا مٹھائیوں کے ساتھ آنا بند ہوگیا۔ اشرف السوانح کا "تقویۃ الایمان شکن" انکشاف۔

"شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندوں کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی، اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روزانہ آیا کریں گے۔ لیکن ان کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہہ کریں۔ اس لئے ظاہر کردیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے"۔

(اشرف السوانح حصہ اول صفحہ ۱۲)

لطیفہ نمبر ۱

حضرات یوسف و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام میں جو کمالات انفرداً تھے وہ مجموعی طور پر شاہ وصی اللہ صاحب میں تھے۔ مدیر "الاحسان" کی پیر پرستی "یہ مذکورہ بالا امور" شرک فی الرسالۃ" ہیں۔ فاضل دیوبند مولانا اکبر آبادی کا جواب۔

"منجملہ انھیں حضرات کے مرشدی و مولائی، محی السنۃ والاخلاق ماحی البدعۃ والنفاق حضرت مولانا الشاہ محمد وصی اللہ صاحب دامت برکاتہم واضنہم بھی ہیں۔ آپ کی جامعیت و کمال کے بارے میں اپنا خیال یہ ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(یا)

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(رسالہ "الاحسان" جلد ۳ ستمبر ۵۵ء صفحہ ۴)

لیکن فاضلِ دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی فرماتے ہیں :-

"اس مقام پر ایک نہایت اہم اور ضروری نکتہ جسے اپنے مرشد کے ساتھ غالی عقیدت وارادت رکھنے والے مرید اکثر بھول جاتے ہیں، ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ماننا "شرک فی اللہ" اور کفر ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات نبوت میں کسی کو شریک جاننا "شرک فی الرسالۃ" اور عظیم ترین معصیت ہے"

(برہان، دہلی فروری ۱۹۵۲ء ص۱۰۱)

فاضل دیوبند موصوف کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ "غیر نبی" کیلئے کہ ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

"شرک فی الرسالۃ" اور عظیم ترین معصیت ہے۔ کیونکہ شعر مذکور کے مصداق صرف تاجدار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ مولانا شاہ وصی اللہ کاش مدیر "الاحسان" خدا پرستی کو چھوڑ کر پیر پرستی کے نشہ میں وہ نہ لکھتے جو لکھ گئے۔ انہیں تو یہ کہنا چاہیے تھا ؎

چھوٹ جائے اگر دولتِ کونین تو کیا غم!
چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا تھانوی نے عقد ثانی لذّتِ نفس کے لئے کیا، مگر مریدین و معتقدین پر رنگ جمانے، زہد و تقوے کا رعب گانٹھنے اور جگ ہنسائی سے خود کو بچانے کیلئے کافی بل کھائے اور پینترے بدلے۔ فاضل دیوبند مولانا اکبرآبادی کا تبصرہ:-

"مولانا تھانوی جیسا کہ خود فرماتے ہیں، دوسرا نکاح محبتِ دلی کے اقتضا سے کرتے ہیں۔ لیکن شہرت و وجاہت خانگی چپقلش کی وجہ اور برادری میں چہ میگوئیوں کی وجہ سے اس واقعہ کے سبب مولانا تھانوی کو جو ضغطۂ دماغی (Complex) پیش آگیا ہے اس کی وجہ سے اپنے فعل کی تاویل و توجیہ میں عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں حالانکہ سیدھی بات یہ تھی کہ میں نے عقد ثانی کیا اور یہ شرع میں ناجائز نہیں ہے۔ بس بات ختم ہو جاتی۔ لیکن مولانا کبھی تو فرماتے ہیں کہ بے ساختہ ذہن میں آیا کہ بہت سے درجات موقوف ہیں سقوط جاہ و بدنامی پر جس سے تو اب تک محروم ہے۔ پس اس واقعہ میں حکمت یہ ہے کہ تو بدنام ہوگا اور حق تعالیٰ درجات عطا فرمائیں گے۔ کبھی مولانا تھانوی فرماتے ہیں ایک مصلحت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ اس سے پہلے موت کی محبوبیت کی دولت نصیب نہ تھی۔ الحمدللہ کہ اس واقعہ (شادی) سے

یہ دولت بھی نصیب ہوگئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ مجھ کو ثواب
آخرت سے طبعاً کم دلچسپی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کی کمی اور
استغنا تھی، الحمدللہ کہ اس کمی کا تدارک ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا
تھانوی کا ارشاد ہے کہ حلم و تحمل کا ذوق نہ تھا۔ خدائے تعالیٰ کا
احسان ہے کہ کام بھی (بعد شادی) پورا ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور
بھی بہت سی مصلحتیں لکھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تھانوی
نے نکاح ثانی کیا کیا، سلوک و معرفت اور طریقت و حقیقت
کی صبر آزما منزلیں بیک جنبش قدم طے کرلی ہیں جو ملکات و فضائل
اور کمالات روحانی و باطنی سالہا سال کے بعد مجاہدہ اور ریاضت
شاقہ کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتے وہ عقد ثانی کرتے ہی فوراً مولانا
کو حاصل ہو گئے۔

(برہان دہلی سنہ ۱۹۵۲ء فروری ص ۱۰۵)

مولانا تھانوی ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی کا خیال لانا بھی
خلاف عدل سمجھتے تھے۔ مؤلف جامع المجددین مولانا عبدالباری کا دعویٰ ہے

" یہ بات سراپا غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ اس سے نبی کریم کی

تنقیص شان ہوتی ہے۔"

فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا تبصرہ:۔

"جناب مؤلف (مولوی عبدالباری ندوی مولف جامع المجددین) نے حضرت تھانوی کے انتہائی عدل بین الزوجین کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ عقلی و منطقی اور نفسیاتی طور پر کس قدر غلط اور بے معنی ہے اور ساتھ ہی اس سے کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہوتی ہے۔ عقلی اور نفسیاتی طور پر اس کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی خیال پر کبھی روک ٹوک نہیں لگائی جاسکتی اس پر ہرگز پہرہ نہیں بٹھایا جاسکتا۔ یعنی آپ کسی خیال کی نسبت لاکھ عہد کریں کہ اسے اپنے دل یا دماغ میں گھسنے ہی نہ دیں گے۔ آپ اس میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔

(چند سطر بعد)

خیال لام السلسبیل ودونہا
مسیرۃ شہر البرید المذبذب

(ترجمہ) میری محبوبہ ام سلسبیل کا خیال میرے پاس آتا ہے حالانکہ میرے اور اس کے درمیان میں ایک تیز رفتار قاصد کی ایک مہینہ کی مسافت ہے۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

عجبت لمسراها وانی تخلصت

الیٰ وباب السجن دونی مغلق

(ترجمہ) میری محبوبہ کا خیال معلوم نہیں کس طرح میرے پاس چلا آیا جب کہ قید خانہ کا دروازہ میرے اوپر بند تھا۔"

اسی بنا پر مؤلف کا یہ دعویٰ کہ حضرت تھانوی ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتے تھے، سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی اشارہ کیا! جناب مؤلف کے خیال میں غالباً حضرت مولانا تھانوی کے فضل و کمال کا اعتراف اس وقت ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ ایک نہایت معصومانہ انداز میں دوسرے حضرات پر فقرے نہ کسے جائیں! اور ان پر طنز و تعریض نہ کی جائے لیکن نہایت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہے کہ اس موقع پر وہ "حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِي وَيُصِمُّ" (بسا اوقات کسی شئے کی محبت انسان کو اندھا و بہرہ بنا دیتی ہے) کے مطابق اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر بیٹھے ہیں، تاریخ و سیر اور احادیث کی کتابوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت سرور کونین صلعم کو حضرت خدیجہؓ سے اتنی محبت تھی کہ آپ دوسری بیویوں کی باری کے دنوں میں حضرت خدیجہؓ سے اتنی محبت تھی کہ آپ دوسری بیویوں کی باری کے دنوں میں حضرت خدیجہ کا ذکر سوز و گداز کے ساتھ اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ ازواج مطہرات کو بعض اوقات ناگواری تک

ہوجاتی تھی ۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ کو حضرت عائشہؓ سے محبت تھی اور حضرت عائشہؓ بھی اسے جانتی تھیں لیکن اس کے باوجود فرماتی ہیں کہ میں نے خدیجہ کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے ۔

(دو سطر بعد

غور کیجیے مولانا تھانوی کے نزدیک تو دوسری بیوی کا خیال لانا بھی خلاف عدل ہے ۔ لیکن یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف خیال ہی نہیں لاتے بلکہ ذکر بھی فرماتے ہیں اور ذکر بھی ایک دو دفعہ نہیں، بھول چوک سے نہیں بلکہ ہمیشہ عمداً اور قصداً ۔

(چند سطروں کے بعد

اب اس کے مقابل مولوی عبد الباری صاحب مؤلف جامع المجددین کا بیان پڑھیے کہ مولانا تھانوی ایک بیوی کی باری میں دوسری بیویوں کا خیال لانا خلاف عدل سمجھتے تھے ۔ اور بتائیے کہ العیاذ باللہ کیا اس جملہ کا حاصل یہ نہیں ہے کہ اس معاملہ میں مولانا تھانوی کا مقام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی اونچا ہے کہ جو کام آپ نہ کرسکے وہ مولانا نے کرکے دکھا دیا ۔

(برہان دہلی مارچ ۵۲ء از ص ۱۶۴ تا ص ۱۶۶ مختصراً)

لطیفہ نمبر ۱۳

وہ تشدّد پسند، درشت مزاج اور بداخلاق تھے

قیام دیوبند کے زمانے میں بارہا جی چاہنے پر بھی میں ان سے ملنے ہوئے ڈرتا تھا۔ جامع المجددین کو پڑھ کر میرا خیال، پختہ یقین کے سانچے میں ڈھل گیا۔

فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی آپ بیتی:۔

"مولانا تھانوی کی تشدد پسندی اور درشت مزاجی کی جو روایات برابر سننے میں آتی رہتی ہیں ان کا اثر یہ ہوا کہ قیام دیوبند کے زمانے میں بارہا جی چاہنے کے باوجود مولانا کی خدمت میں حاضری کی جرأت کبھی نہیں ہوئی۔ جامع المجددین میں اسی طرح کے واقعات نظر سے گذرے تو یہ اثر اور قوی ہوگیا!" (برہان دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۶۶)

لطیفہ نمبر ۱۴

مولوی عبدالباری ندوی مؤلف جامع المجددین کی ایک عبارت فاضل اکبرآبادی نقل کرتے ہیں:۔

"حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا سب سے نمایاں اور بڑا کمال راقم الحروف (عبدالباری ندوی) کی نظر میں یہ تھا کہ علم وعمل میں حدود کی رعایت اس درجہ تھی کہ حضرات انبیاء کا تو ذکر نہیں ورنہ لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصور دشوار ہے اور اس میں یقیناً اس نعمت کو دخل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بسطۃً فی العلم کے ساتھ بسطۃً فی العمل کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا جسمانی خلقت ظاہر و باطنی حواس کی اور نتیجۂ اعتدال مزاج کی لطافت میں بھی مجدد امت کی ذات نبی امت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرتو تھی۔"

(برہان فروری ۵۲ء ص ۱۱۲، ص ۱۱۳)

فاضل اکبر آبادی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد یوں تبصرہ فرماتے ہیں:-

"حضرات انبیاء کا تو ذکر ہی نہیں ورنہ لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصور دشوار ہے" اس عبارت کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ تابعین و تبع تابعین اور ائمۂ عظام و صدیقین و شہداء تو کیا، مولانا تھانوی کا مقام صحابہ سے بھی اونچا تھا کیونکہ صحابی سب ایک ہی مرتبے کے نہیں تھے۔ ان میں آپس میں بھی فرق مراتب تھا اور لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصور ہی نہ ہونا یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے۔ اس بنا پر مولانا تھانوی فرداً فرداً ہر ایک صحابی سے اونچے نہ سہی۔ بعض صحابہ سے جو دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں مفضول تھے، ان سے

لا محالہ تھانوی صاحب اونچے ہو ہی گئے"۔

(برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۴)

لطیفہ نمبر ۱۵

مولانا تھانوی کا پیر دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی "تقویۃ الایمان شکنی"

"مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے کہا، وَاللّٰہِ العظیم، مولانا تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے"۔

(تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۱۳)

مولانا تھانوی کی صورت کا تصور نماز میں کرنا جائز ہے۔

"مولانا موصوف کے فتوے کا حاصل۔

"کسی نے خط میں لکھا کہ اگر آپ (مولانا تھانوی) کی صورت کا تصور کروں تو نماز میں جی لگتا ہے، فرمایا جائز ہے"۔

(ملفوظات اشرف العلوم بابتہ ماہ رمضان ۱۳۵۴ھ ص۹۴)

مگر مولانا اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:۔

"نماز میں زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔"

(صراط مستقیم مترجم اُردو مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ص۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔" صراط مستقیم ص۹۷ ایضاً

غور فرمایئے، فخر عالم کا خیال و تصور نماز میں لانا اور جمانا، گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر اور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے ــــ مگر مولانا تھانوی کی صورت نماز میں جی لگانے کے لئے بہ جہت تعظیم لبانا اور ان کی صورت کے تصور و خیال کو بحالت نماز قائم رکھنا، گدھے اور بیل کے

بال سے بدتر اور شرک کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے۔ ورنہ علمائے دیوبند لے تحیۃ اللہ فی الارض یہ نہ لکھتے کہ "جائز ہے"

اس کا قدرتی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول کے تصور و خیال کو نماز میں لانا شرک کہہ دیا جائے تاکہ عظمت شان میں کچھ تو کمی ہو ــــ اور مولانا تھانوی کے لئے اسی امر کو جائز قرار دیا جائے تاکہ حق پرستی کو کچھ تو دھچکا پہونچے۔ اس مقام پر اس شعر کو پڑھنا نامناسب نہ ہوگا۔

نگاہِ لطف کی اک اک ادا نے لوٹ لیا
وفا کے بھیس میں اک بے وفا نے لوٹ لیا

لطیفہ نمبر ۱۷

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (مولانا تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں، انھوں نے مجھ سے کہا۔ میرا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا کہ کمسن عورت ہاتھ آئے گی اس مناسبت سے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔" (رسالۃ الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۵ھ)

متذکرہ بالا خط کشیدہ جملوں پر مولانا مشتاق نظامی کا تبصرہ مجھے بے حد پسند آیا جو اپنی افادیت کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ نذر ناظرین کر دوں علامہ نظامی فرماتے ہیں۔

"کجا ام المومنین سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جن کی فراست دینی اور تفقہ فی الدین پر اجل صحابہ و خلفائے راشدین کو اعتماد و بھروسہ تھا، جن کی شانِ عفت پر آیات کا نزول ہوا، صحابہ کے پُرپیچ مسائل کی گرہوں کو جن کے ناخن تدبیر نے کھول دیا ہو جنہوں نے بلاواسطہ درسگاہ نبوت سے فیض حاصل کیا ہو، جس کے مقدس اور پاکیزہ حجرہ میں بارہا جبرئیل امین وحی لے کر حاضر ہوئے ہوں۔ ہاں وہی! سیدہ عائشہ جن کے لئے قرآن مجید کا ارشاد محکم ہے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ

اور کہاں مولانا تھانوی کی بیگم جن کے آتے ہی مولانا تھانوی کی دنیا و آخرت، دونوں برباد ہو گئی۔ کہاں محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم اور کہاں مولانا تھانوی کی بیگم۔

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

وہ سیدہ عائشہ! جن کا تذکرہ قرآن مجید میں، جن کا ذکر جمیل احادیث رسول میں، جن کے محاسن اخلاق تاریخ اسلام میں غرضیکہ جن کا تذکرہ خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی میں، مسجد و خانقاہ میں، جن کا تذکرہ صدیقین صالحین، شہداء، ائمہ مجتہدین، اکابر محدثین، علماء و اولیاء کی زبانوں پر غرضیکہ وہ عائشہ جن کا تذکرہ فرش پر، عرش پر، ملائکہ کی بزم قدس میں حتیٰ کہ بارگاہ الوہیت میں۔

افسوس ہے تھانوی صاحب کی ناپاک نجس ذہنیت پر سے

"چھوٹا منھ اور بڑی بات" اپنی خباثت باطنی کی بنا پر فرماتے ہیں
وہی قصہ یہاں بھی ہے" جیسا کہ محبوب کردگار اور سیدہ عائشہ کی شادی
کا تھا "معاذ اللہ ثم معاذ اللہ" آنجناب کی بازاری بولی تو ملاحظہ
فرمائیے کہ "میں سمجھ گیا کوئی کمسن عورت ہاتھ آئے گی" — اس جملہ میں
"ہاتھ آئے گی" کا ٹکڑا خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔ اہل ادب
اور اہل زبان اچھی طرح واقف ہیں کہ اس کا موقع استعمال کیا ہے
اور "کمسن عورت ہاتھ آئے گی" کا جملہ مولانا تھانوی کے لذت
نفسانی وجذبۂ شہوانی پر کس حد تک غماز ہے"
(خون کے آنسو حصہ اول صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴)

بانی دار العلوم دیوبند لاابالی آدمی تھے پھر بھی مقام نبوت سے نیچے بات نہیں کرتے تھے۔

ارواح ثلاثہ کا اعلان

" فرمایا ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا
نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے، مولانا گنگوہی کا
تو قدم قدم پر انتظام اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لاابالی کہیں کی

پھیر کہیں پڑی ہے کچھ پرواہ ہی نہیں۔ اس وقت ایک گروہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ حج کو چلیں گے آپ نے فرمایا زادِ راہ بھی ہے۔ انھوں نے کہا ایسے ہی توکل پر چلیں گے مولانا نے فرمایا۔ جب ہم جہاز کا ٹکٹ لیں گے تو تم منیجر کے سامنے توکل کی پوٹلی رکھ دینا، بڑے آئے توکل کرنے، جاؤ اپنا کام کرو۔ پھر ان لوگوں نے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تو آپ نے اجازت دے دی۔

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

راستے میں جو کچھ ملتا وہ سب لوگوں کو دے دیتے اور ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں۔ کچھ تو اپنے پاس رکھیے۔ تو فرمایا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ الخ (ارواح ثلثہ ص۱۹۵)

میں اہل علم طبقے سے گزارش کروں گا کہ وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کے، انصاف و دیانت کے ساتھ فرمائیں کہ کیا یہ وہی مقدس الفاظ نہیں جو حضرت ختمی مرتبت کی زبان پاک سے اپنے بارے میں نکلے تھے۔ ہاں۔ ہاں جو بات سید المرسلین نے اپنے بارے میں ارشاد فرمائی تھی، بانی دار العلوم دیوبند اسے اپنی ذات پر چسپاں کر رہے ہیں۔

کیا اس مقام پر مولانا نانوتوی رسول اعظم کی ہمسری کے مدعی نہیں ہوتے وہ حدیث جسے سرور کائنات نے اپنے بارے میں فرمایا ہو، اس کو اپنے اوپر

...لیا یا اپنی ذات کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرانا کیا ارشادات مصطفویہ ...بذات اور تحریف فی الدین نہیں ہے

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بوُ لہبی!

لطیفہ نمبر ۱۹

بانی دارالعلوم دیوبند دلہن کے روپ میں، مولانا گنگوہی کے نکاح میں دونوں حضرات نے وہ لطف حاصل کیا جو شب وصل میں زوجین ...حاصل کرتے ہیں۔ ایک دلچسپ اور ذوق مباشرت سے بھرا خواب

" مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایک بار ارشاد فرمایا، میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم دلہن کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن و شوہر کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے"

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ ۲۸۹)

یہ بات اپنی جگہ پر دوسری ہے کہ خدا جانے مولانا گنگوہی کتنے گندے خیالات ذہن میں رکھ کے سوتے تھے ــــ مگر اتنی بات تو سب کو تسلیم کرنی پڑے گی کہ مولانا نانوتوی کا ذوق مباشرت بڑا ہائی (لعوذ باللہ) تھا جو مباشرت

کی گرما گرمی اور دھوم دھام ہوئی تو بانیِ دار العلوم دیوبند سے تشنگیِ شہوت بجھائی تو دیوبندی حضرات کے "قاسم العلوم والخیرات" سے اخواب ہو تو ایسا ہو۔ اور اسٹینڈرڈ بھی ہو مولانا نانوتوی جیسا۔

ممکن ہے اس حیا سوز عقد کو خواب وخیال کہہ کر ٹال دیا جائے۔ مگر ذیل کے واقعہ کو کہاں لے جائیے گا۔

لطیفہ نمبر ۲۰

خانقاہ گنگوہ کے بھرے مجمع میں مولانا گنگوہی کا مولانا نانوتوی سے لیٹنے کی فرمائش مولانا گنگوہی کا ان سے چپک اور مولانا نانوتوی کا انکار کرتے ہوئے جگ ہنسائی سے ڈرنا۔ اس پر مولانا گنگوہی کا جواب کہ لوگ ہیں گے کہنے دو۔

(پردہ نہیں جب کوئی خدا سے بندوں سے پردا کرنا کیا)

دن دھاڑے گنگوہ کی خانقاہ میں اکابر دیوبند کے معاشقہ کی رنگینی:

"ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا۔ یہاں ذرا سا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت گنگوہی نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے اور مولانا قاسم نانوتوی کی طرف

کروٹ لے کر اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی ہر چند فرماتے رہے کہ میاں کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت (گنگوہی) نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔

(ارواح ثلثہ ص۲۹۰)

یہ وہی مولانا قاسم نانوتوی ہیں جنہوں نے بڑی قرأت سے فرمایا تھا۔

"انما انا قاسم واللہ یعطی"

مگر آج انھیں حضرت۔ کو مولانا گنگوہی نے نہ صرف خواب میں بلکہ گنگوہ کی خانقاہ میں، بھرے مجمع کے سامنے دن کی روشنی میں بھی چار و خانہ چت کر دیا۔

جب علمائے دیوبند سے فخر عالم کا معاملہ ہوا تو اُن کو اُردو آ گئی معاملہ سے پہلے گویا فخر عالم نا آشنائے اردو تھے۔ ثابت ہوا کہ علمائے دیوبند فخر عالم کے اساتذہ ہیں (معاذ اللہ)

"ایک صالح، فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ۔ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب علمائے مدرسہ دیوبند

سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ مدرسہ کا معلوم ہوا۔"

(براہین قاطعہ مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھی ص۳۰)

لطیفہ نمبر ۲۲

تین سال تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا چہرہ میرے قلب میں رہا۔ میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ جب تک قلب میں وہ حاضر و ناظر تھے۔ علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر سے مولانا گنگوہی کا شرک آمیز بیان :-

"خاں صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ در پیش تھا۔ فرمایا، کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمائیے۔ پھر فرمایا۔ کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمائیے پھر فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمائیے۔ تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ (ارواح ثلثہ حکایت ۳۰۷ ص۲۹۰)

غور فرمائیے تین سال کامل مولانا گنگوہی اپنے پیر و مرشد حضرت

امداد اللہ مہاجر مکی کے چہرہ کو قلب میں بسائے ہوئے تھے ، یا حاضر وناظر جان کر ان سے سوالات بھی کرتے رہے ، جبھی تو مولانا گنگوہی کا یہ ارشاد درست ہو گا کہ " میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا " باوجود ان حقائق کے دیوبند کا کوئی ایسا جیالا فرزند نہیں ہے جو مولانا گنگوہی پر انگشت اعتراض اٹھائے اور گریبان تھام کر پوچھے کہ توحید کا درس دینے والا شرک سے رسم وراہ کیوں پیدا کر رہا ہے ۔

لطیفہ نمبر ۲۳

تقویۃ الایمان کو شورش پھیلانے کے لئے میں نے تصنیف کیا ۔ اسی لئے تیز اور تشدد آمیز الفاظ لائے گئے ۔ اور میں نے دیانت علمی کے خلاف شرک خفی کو شرک جلی لکھا ۔ میں جانتا تھا کہ اس سے شورش ضرور پھیلے گی ۔ مولانا اسمٰعیل دہلوی کا اعتراف ۔

> " میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں ۔ اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے ۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ شورش ضرور پھیلے گی "
>
> (باغی ہندوستان صفحہ ۱۱)

وہ کتاب جو شورش پھیلانے کیلئے لکھی گئی جس میں شرک خفی کو

شرک جلی لکھ کر دیانت علمی کو مجروح کیا گیا ہو۔ بالقصد تیز الفاظ بکھیرے گئے ہوں اور تشدد بے جا کا وہ خاصا نمونہ ہو۔ ایسی کتاب کے بارے میں بعض دینی بصیرت سے محروم حضرات صرف اس لئے حسن ظن رکھتے ہیں کہ ان کے "مولانا صاحب" کی تصنیف ہے۔ یہ میں نے کیا کہہ دیا "حسن ظن" ہی نہیں بلکہ ایسی غیر علمی کتاب کو عین اسلام قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

> "کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں، اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے"
>
> (فتاویٰ رشیدیہ کامل کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ص۴۱)

مولانا دہلوی تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے شرک خفی کو شرک جلی لکھا۔ یعنی خلاف واقعہ باتیں تحریر کیں، تیز اور تشدد آمیز الفاظ بکھیرے ۔۔۔ اور اس غیر علمی اور خلاف، دیانت وصداقت طرز عمل کو عین اسلام اور مطابق کتاب وسنت مولانا گنگوہی قرار دے رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ مولانا گنگوہی کے نزدیک ہر وہ بات عین اسلام اور مطابق کتاب وسنت ہے جو خلاف واقعہ ہو۔ مثلاً :۔

جو شرک خفی ہے وہ شرک جلی کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور جو "خفی" کو "جلی" کہے وہ یقیناً حقائق علمیہ سے محروم ہے۔ اب اگر خفی کو جلی تحریر کرنا

عین اسلام ہو سکتا ہے۔ تو مباح کو مکروہ ___ مکروہ کو حرام ___ حرام کو کفر اور کفر کو شرک بھی لکھنا غالباً مولانا گنگوہی کے نزدیک عین اسلام اور مطابق کتاب وسنت ہی ہوگا۔

لطیفہ نمبر ۲۴

مولانا نانوتوی انسان نہ تھے بلکہ انسانیت سے بالا تر تھے۔

ارواح ثلٰثہ کا چیلنج:۔

"مولانا رفیع الدین فرماتے تھے کہ پچیس ۲۵ برس حضرت مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا۔ میں نے انسانیت سے بالا درجہ اُن کا دیکھا۔" (ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۴۰)

تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ مولانا نبی کریم کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ اس میں بھی اختصار کرو۔"

(تقویۃ الایمان صفحہ ۴۲)

بہرحال زیر غور مسئلہ یہ ہے کہ جب علمائے دیوبند اپنے مولویوں کی تعریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس مقام سے شروع کرتے ہیں:۔

"میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا دیکھا۔"
(ارواح ثلاثہ)

اور جب سید الانبیاء کا تذکرہ مقصود ہوتا ہے تو زبان وقلم سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں۔

"جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، اس میں بھی اختصار کرو"
(تقویۃ الایمان ص۲)

ایسا کیوں ہے۔ نقطۂ نظر میں اتنا اختلاف کیوں۔ فیصلہ بذمہ ناظرین ہے۔

لطیفہ نمبر ۲۵

رسول اللہ تو عام انسانوں کی طرح بشر تھے۔ بلکہ مولانا عبدالشکور کی بولی میں وہ ایک معمولی انسان تھے۔ (النجم جون ۲۶ء ص کالم ۲)
مگر شیخ الہند اور شیخ الاسلام "نور اور اس کی ضیا و چمک" تھے۔
شیخ الہند نمبر کا دعوے:-

"شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ایک نور تھے تو شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اس نور کی ضیا اور چمک تھے"
(شیخ الاسلام نمبر ص۱۴)

لطیفہ نمبر ۲۶

"فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی، سو جو شخص کہ قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا تو اسے آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پہ مٹی ڈالو تب ہی ختم، کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک مرتبہ میں نے مولانا کی قبر پہ جاکر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی یاد رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہن کر تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔"

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۳۲۳)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ مشتاق نظامی رقم طراز ہیں:

مذکورہ بالا عبارت کا رُخ اور تیور ملاحظہ فرمائیے کہ صاحب قبر سے …م شفا کی درخواست اس بنیاد پر نہیں کی گئی کہ مخلوق خدا شرک و بدعت … مبتلا ہو گئی ہے بلکہ خاندان والے قبر پہ مٹی ڈالتے ڈالتے چور ہو گئے۔ یہ بات

تو اجمیر اور کلیر شریف میں پہنچ کر شرک و بدعت ہو جاتی ہے۔ یہاں تو تھانہ بھون اور نانوتہ کے بزرگوں کی کرامت بیان کرنی مقصود ہے۔

کوچۂ جاناں سے خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

چڑھ تو غریب نواز، پیران کلیر، خواجہ قطب اور محبوب الٰہی سے ہے۔ نہ کہ نانوتہ کے بزرگوں سے۔ اور صرف مٹی میں شفا ہی نہ تھی بلکہ صاحب قبر خاندان والوں کی آواز سنتے اور ان کی باتیں بھی مان لیتے تھے۔ مگر اللہ کے پیارے محبوب خلاصۂ کائنات سرکار ابد قرار روحی فداہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس بہتان تراشی و افترا پردازی پر شرم نہ آئی کہ

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" (تقویۃ الایمان صہ ۹۶)

خیال فرمایئے کہ نانوتہ کے مردوں کی قبر سے شفا ہو، وہ آواز دینے والوں کی آوازیں سنیں، مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم "مر کر مٹی میں مل گئے"؟ اگر تقویۃ الایمان ہی دیوبندی دھرم میں دین و ایمان ہے تو تقویۃ الایمان ہی کی روشنی میں انہیں اس عبارت کو خارج کر دینا چاہیے۔

> "یہ بات محض بے معنی ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے" (تقویۃ الایمان صہ ۹۳)

تقویۃ الایمان کی مندرجہ بالا عبارات نے ان عبارات میں توجیہ و تاویل

تا دروازہ بند کر دیا۔ جن کے ظاہر میں رسول خدا کی توہین و تنقیص ہے۔

(خون کے آنسو حصہ اول صفحہ ۱۰۰، ۱۰۸)

لطیفہ نمبر ۲۷

علمائے دیوبند نے کافی تعداد میں کتابیں تصنیف کر کے علمائے بریلی کی طرف منسوب کیں۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے۔

میرا چیلنج :-

ناظرین! جس طرح حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں بعض ان کتابوں کی نشان دہی کی ہے جنہیں روافض یا دیگر دشمنان مذہب اہل سُنّت نے تصنیف کر کے علمائے اہل سنت پر تھوپی ہیں مثلاً سر العالمین کو حضرت امام غزالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو قطعاً و اصلاً غلط ہے وغیرہ۔

اسی طرح میں بھی بعض اُن کتابوں کی نشان دہی کر دینا چاہتا ہوں جسے دشمنانِ مذہب اہل سنت نے تصنیف کر کے علمائے اہل سنت کی طرف غلط منسوب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

۱۔ تحفۃ المقلدین :- حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب کے نام سے گڑھی موصوف فاضل بریلوی کے والد ہیں۔

۲۔ ہدایۃ الاسلام :- فاضل بریلوی کے جد امجد مولانا رضا علی کے نام سے گڑھی۔

۳۔ ہدایۃ البریہ مطبوعہ صبح صادق پریس کے علاوہ ایک اور ہدایۃ البریہ مطبوعہ لاہور اعلیٰ حضرت کے والد مولانا نقی علی خاں صاحب کے نام گڑھی۔

۴۔ ملفوظات :۔ اس نام کی ایک کتاب کو حضرت شاہ حمزہ علیہ الرحمہ سے منسوب کر دیا۔

۵۔ مرأۃ الحقیقہ :۔ حضور غوث الثقلین کے نام سے شائع کیا۔

۶۔ خزینۃ الاولیاء :۔ حضرت شاہ حمزہ مارہروی کے نام سے گڑھی اور بکمال شقاوت کہہ دیا کہ مطبوعہ کانپور صفحہ فلاں

ماخوذ" خالص الاعتقاد " از فاضل بریلوی ص ۱۲،۲، مختصراً

خالص الاعتقاد کی اس تشریح سے معلوم ہوا کہ خزینۃ الاولیاء حضرت شاہ حمزہ سے اور ہدایۃ الاسلام جو فاضل بریلوی کے جد امجد مولانا محمد رضا علی کے نام سے چھاپی گئی ہے۔ سراسر الزام تراشی اور افترا پردازی ہے۔ ہرگز یہ کتابیں ان حضرات کی تصنیف کردہ نہیں۔ ہم ان کتب مذکورہ سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہیں۔ جب ہمارے علماء کی یہ باطل شکن آواز "رد شہاب ثاقب" کی صورت میں مولانا عامر عثمانی کے کانوں سے ٹکرائی ہے تو انہیں بھی کہنا پڑتا ہے۔

"ا تنا ہم انصافاً ضرور کہیں گے کہ مصنف (حضرت شاہ اجمل سنبھلی) نے مولانا مدنی پر ایک الزام تو اچھا تک اور فکر انگیز لگایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جن دو کتابوں "خزینۃ الاولیاء" اور "ہدایۃ الاسلام" سے شہاب ثاقب میں بعض اقتباسات دئیے گئے ہیں وہ فی الحقیقت

من گھڑت ہیں۔ جن مصنفوں کی طرف انہیں منسوب کیا گیا ہے انھوں نے کبھی ہرگز ہرگز یہ کتابیں نہیں لکھیں " تجلی دیوبند، مارچ ۱۹۵۹ء

ہم اس بات کو واضح کر چکے ہیں کہ خزینۃ الاولیاء اور ہدایۃ الاسلام حضرت شاہ حمزہ علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے اور نہ ہی مولانا رضا علی خاں کی۔ یہ محض کذب و افتراء ہے۔ مگر قربان جائیے مولانا مدنی پر۔ اپنی کتاب شہاب ثاقب صفحہ ۱۲ اور ۲۲ پر انہیں دونوں کتابوں سے حوالہ نقل کرتے ہیں اور ہم لوگوں پر حجت قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ انھیں بھی معلوم تھا کہ جن کتابوں سے وہ ہم پر حجت قائم کر رہے ہیں، ان کتابوں کی تردید و تکذیب ہم اسی انداز سے کرتے رہے ہیں جس طرح کتب علمائے دیوبند کی۔ مولانا مدنی فرماتے ہیں:-

"جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ ۵ پر ارقام فرماتے ہیں" تا آخر (شہاب ثاقب)

مزید فرماتے ہیں:-

"مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں" تا آخر (شہاب ثاقب صفحہ ۲۲)

غور فرمائیے کس دیدہ دلیری کے ساتھ مولانا مدنی علمائے اہلسنت کے

اور پھر دوسروں کی تصنیف کردہ کتابیں تھوپ رہے ہیں۔ کیا آج کی دنیا میں اس سے بھی بڑھ کر اتہام بندی و بہتان تراشی کی کوئی جیتی جاگتی مثال مل سکتی ہے۔ ہمارا علمائے دیوبند کی صداقت کو چیلنج ہے کہ اگر ان میں ذرہ برابر بھی غیرت اور حق پسندی ہو تو خزینۃ الاولیاء اور ہدایۃ الاسلام کو منظر عام پر لاکر اپنی صداقت و دیانت کا ثبوت دیں۔ ——— ورنہ اب بھی سویرا ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے بہتر ہو گا کہ شرم و غیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ گردن جھکا کر بارگاہ ایزدی میں تائب ہو جائیں۔

وحقائق اور کذابین کے اس طرز عمل کو تحریر کرنے کے بعد عقل و استدلال کی روشنی میں تبصرہ فرماتے ہوئے علامہ مشتاق نظامی رقم طراز ہیں:۔

"یہ سمجھئے کہ کذب و افترا اور جعل و سازش کی یہ مہم یہیں پر آکر ختم ہو گئی بلکہ اپنے کالے جھوٹ پر سفید جھوٹ کی مہر توثیق ثبت کرنے کے لئے سیف النقی کے صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے والد ماجد کا فرضی نشان مہر بھی بنا دیا جس کی صورت یہ ہے:۔

۱۳۰۱
نقی علی سنی حنفی

حالانکہ حضرت کی مہر مبارک کا نقشہ یہ تھا:۔

۱۲۶۹
مولوی رضا علی خاں
محمد نقی خاں ولد

لطف تو یہ ہے کہ مہر گڑھی گئی مگر پھر بھی بات نہ بن سکی، صورت حال یہ ہے کہ حضرت کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہوا اور نقشہ مہر میں سنہ ۱۳۰۱ کندہ ہے جس کا نتیجہ

یہ نکلا کہ وصال شریف کے چار برس بعد مہر تیار ہوئی ہے۔

پہلے اپنے جنوں کی خبر لو پھر مرے عشق کو آزما:

نوٹ :۔ میرے خیال میں شاید ہی دنیا کے کسی گوشے میں خیانت کی ایسی مکروہ و گندہ مثال مل سکے گی۔ جو حضرات دیوبند کے امین تقدس کی جمالدبی ہوئی ہے۔ کوئی سوچے تو سہی! کس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز بات ہے کہ اپنی خرافات کا اعتراف نہ کرتے ہوئے اس پر پردہ ڈالنے کے لئے چند در چند غلطیوں کا ارتکاب کرنا، اور جرأت و دیدہ دلیری کا یہ عالم کہ الامان والحفیظ۔ فرضی کتاب، من گھڑت عبارات جعلی پریس تک کا اعلان کر دینا۔! سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کی جسارت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے کان کبھی شرم و حیا جیسے الفاظ سے آشنا تک نہ ہوئے ہوں۔

اس کے باوجود زہد و تقویٰ اور اتباع سنت کا وہ بلند و بانگ نعرہ جس سے تصنع اور ریا کے صنم اکبر کا بھی کلیجہ دہل جائے۔ اب ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ اگر متقی و پرہیزگار ایسے ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے تو غیر متقی کس کو کہا جائے گا؟!

(خون کے آنسو حصہ ۲ صفحہ ۲۴، ۲۵)

مولانا مدنی کے نزدیک معیار حق و باطل صرف برطانیہ ہے۔

وہ علمی زاویہ نظر سے مسائل کا تجزیہ نہیں کرتے

مولانا مودودی کا دعوے :-

> "مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا (ٹانڈوی) کی نگاہ میں حق و باطل کا معیار صرف برطانیہ بن کر رہ گیا ہے، وہ مسئلہ کو نہ تو علمی زاویۂ نظر سے دیکھتے ہیں کہ حقائق اپنے اصلی رنگ و روپ میں نظر آسکیں نہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے زاویۂ نظر سے اس پر نگاہ ڈالتے ہیں۔"
>
> (مسئلہ قومیت صفحہ ۵۳، ۵۴)

مولانا مدنی اپنی نجی باتوں کو خدا اور رسول کی طرف منسوب کرتے وقت خدا کی بازپرس سے خوف نہیں کھاتے۔

انھوں نے حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف دوسرے من چاہے مفہوم پر چسپاں کیا۔ مولانا مودودی کا بے لاگ تبصرہ:-

> "مولانا (مدنی) آخر فرمائیں تو کہ جس متحدہ قومیت کو وہ رسول خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں، اس میں آج کل کی متحدہ قومیت کے عناصر ترکیبی میں سے کون سا عنصر پایا جاتا ہے، اگر وہ کسی ایک عنصر کا پتہ

نہیں دے سکتے اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں دے سکتے"
تو کیا مولانا کو خدا کی باز پرس کا خوف نہیں؟"

—— چند سطر بعد:-

الفاظ کا سہارا لے کر مولانا (حسین احمد) نے اپنا مدعی ثابت کرنے کی کوشش تو بہت خوبی کے ساتھ کر دی مگر انہیں یہ خیال نہ آیا کہ حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف کسی دوسرے پر چسپاں کرنا اور اس مفہوم کو نبی کی طرف منسوب کر دینا (من کذب علی متعمدا) کی زد میں آجاتا ہے"
(مسئلۂ قومیت صفحہ ۶۰۔۶۱)

لطیفہ نمبر ۳۰

مولانا مدنی، علم و فضل، کلچر، تہذیب، پرسنل لا وغیرہ الفاظ کے ... سے ناآشنا ہیں۔ انھوں نے مسند مقدس سے مسلمانوں کی غلط رہنمائی کی، اور مسلمانوں کو حقائق کے بجائے اوہام کے پیچھے چلایا اور غار عمیق ... دھکیل دیا۔ میں کسی طرح اس پر صبر نہیں کر سکتا،، —— مولانا ... ودی کا ارشاد:-

"یہ بات میں خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ مولانا حسین احمد ... باہمہ علم و فضل، کلچر، تہذیب، پرسنل لا وغیرہ الفاظ بھی جس طرح

استعمال کر رہے ہیں اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ان کے معنی
و مفہوم سے ناآشنا ہیں ۔ میری یہ صاف گوئی ان حضرات کو یقیناً بری معلوم
ہوگی جو رجال کو حق سے پہچاننے کے بجائے حق کو رجال سے پہچاننے کے خوگر
ہیں ۔ اس کے جواب میں چند اور گالیاں سننے کے لئے میں نے اپنے آپ کو پہلے
تیار کر لیا ہے ۔

مگر جب میں دیکھتا ہوں کہ مذہبی پیشوائی کی مسند مقدس سے مسلمانوں
کی غلط رہنمائی کی جا رہی ہے ، اُن کو حقائق کے بجائے اوہام کے پیچھے چلایا
جا رہا ہے اور خندقوں سے بھری ہوئی راہ کو صراط مستقیم بتا کر انہیں اسکی
طرف ڈھکیلا جا رہا ہے تو میں کسی طرح اس پر صبر نہیں کر سکتا ؟"

(مسئلہ قومیت صفحہ ۶۴، ۶۵)

لطیفہ نمبر ۳۱

مولانا مدنی کو چاہیے کہ اُمت پہ رحم فرما کر اپنی غلطی کو محسوس کریں ورنہ
مولانا کی تحریریں ایک فتنہ بن کر رہ جائیں گی ۔

اگر مولانا نے رجوع الی الحق نہ کیا تو یہ طرز عمل ایسا ہی ہوگا جیسے ظالم
اُمراء کے قول و فعل کو قرآن و حدیث سے ثابت کر کے ظلم و طغیان کو تقویت
پہنچائی جائے ۔

مولانا مودودی کی رائے :-

"کم از کم اب وہ (مولانا مدنی) امت پر رحم فرما کر اپنی غلطی محسوس فرمالیں ورنہ اندیشہ ہے کہ ان کی تحریریں ایک فتنہ بن کر رہ جائیں گی۔ اور اس پرانی سنت کا اعادہ کریں گی کہ ظالم امراء اور فاسق اہل سیاست نے جو کچھ کیا اسے علماء کے ایک گروہ نے قرآن و حدیث سے درست ثابت کر کے ظلم و طغیان کے لئے مذہبی ڈھال فراہم کر دی؟"

(مسئلہ قومیت ص۶۹)

رسول مر کر مٹی میں مل گئے (تقویۃ الایمان ص۹۶) پر مولانا اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ ہے۔ لیکن مولانا مدنی مر کر نور ہو گئے اور ان کے ہر چہار طرف نور ہی نور ہے فاضل دیوبند مولانا محمد اسحٰق صاحب نگینوی کا دعویٰ:۔

"اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عالم نور میں رہتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں بھی نور ہے، ان کے داہنے نور ہے، ان کے بائیں نور ہے، ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہے۔ وہ خود نور ہو گئے ہیں"

(الشیخ الاسلام نمبر ۵۱ فروری ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۲ کالم ۴)

ناظرین شیخ الاسلام نمبر کے جس مضمون سے ہم نے یہ اقتباس لیا ہے اس کا

عنوان ملاحظہ فرمائیں :-

"حضرت مدنی کے لئے دنیا کی ہر شے دعا گو رہی"

"اور اب وہ سراسر نور ہیں" (ایضاً)

لطیفہ نمبر ۲۳

اب ٹیپ کا بند ملاحظہ فرمائیں :-

"میں صاف کہتا ہوں کہ ان (مولانا مدنی) کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں کی شرکت کو ایک دن حرام اور دوسرے دن حلال کر دینا ایک کھیل بن گیا۔ اس لئے کہ ان کی تحلیل و تحریم حقیقت نفس الامری کے ادراک پر تو مبنی نہیں۔ محض گاندھی جی کی جنبش لب کے ساتھ ان کا فتوی گردش کرتا رہتا ہے۔" (مسئلہ قومیت صفحہ ۱۳)

اس بات سے کون نہیں واقف ہے کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا یا تحریم و تحلیل کو ایک کھیل بنا لینا یا کسی غیر مسلم کے جنبش لب کو معیار فتوی بنانا، عقلاً اور نقلاً کفر و بے دینی ہے۔ مولانا مودودی کے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں مولانا مدنی کے اسلام و ایمان کو تسلیم کرنا حقائق اسلامیہ کے سراسر منافی ہے۔ گویا مولانا مودودی کے نزدیک مولانا مدنی کا ارتداد ایک ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

مگر کیا کیا جائے ایسی ذات جو ردائے ارتداد اوڑھے ہوئے ہو. اس کے بارے میں بعض عقل سے پیدل حضرات یہ عقیدہ بنائے ہوئے ہیں ''۔ وہ نور ہو گئے'' ، ان کے ہر چہار طرف نور ہی نور ہے '' وغیرہ وغیرہ

لطیفہ نمبر ۳۴

مولانا مرغوب احمد صاحب کی گزارش پر حضرت ابراہیم علیہ السلام مولانا مدنی کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی ہو گئے۔

حضرت خلیل اللہ نے مولانا مدنی کی اقتدار اور پیروی کی اور خود کو عام لوگوں کی صف میں کر کے غیر رسول کو اپنا امام بنایا۔

الحاصل مولانا مدنی امام الرسول ہیں

اس طرح سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اور مولانا مدنی فضیلت کے ایک ہی پلیٹ فارم پر۔ شیخ الاسلام نمبر کہا گیا دہلی، علان :۔

''حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب کسی حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے میں کتب خانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اٹھائی۔ جس میں دو کتابیں تھیں۔ ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی۔ وہ خطبات جمعہ کا مجموعہ تھا۔

اس مجموعہ خطب میں وہ خطبہ نظر انور سے گزرا جو مولانا حسین احمد مدنی

مدظلہ، خطبہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے
مصلیوں نے فقیر (مولانا مرغوب) سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے
سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد
فرمائیں۔ فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے
مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز
جمعہ پڑھائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا فرمائی
فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔" (شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۶۴ کالم ۴)

کیا یہ حیرت و استعجاب کی بات نہیں کہ مولانا مدنی کے عاشق صادق
جناب مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے
یہ کہنے کی جرأت و ہمت کیسے کی کہ وہ نماز نہ پڑھائیں۔ بلکہ خود حضرت خلیل اللہ
ایک غیر نبی کی اقتدا کریں؟ کیا غیر نبی کے پیچھے نماز پڑھنا، نبی اور رسول کے پیچھے
نماز پڑھنے سے افضل ہے؟ کیا امامت کے مستحق مولانا مدنی حضرت خلیل اللہ
علیہ السلام سے زیادہ تھے؟ کیا ایک برگزیدہ نبی کو غیر نبی بلکہ معمولی مولوی کا مقتدی
بنانے کی کوشش فساد قلب نہیں۔ میں نے مولانا مدنی کو "معمولی مولوی"
لکھا تو یہ کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں۔ اسلئے کہ جب مولانا عبدالشکور صاحب کے
لب ولہجہ میں افضل البشر اور سید کائنات "معمولی الشان" ہیں تو پھر مولانا مدنی
کو اس اعتبار سے "معمولی مولوی" کہنا بھی ضرورت سے زیادہ ہے۔"

بہرحال "شیخ الاسلام نمبر" کو بسروچشم قبول کر لینے والوں کو بتانا ہوگا کہ کیا مولانا مدنی کا ایک نبی کی امامت کرنا شرعاً جائز ہو سکتا ہے جب کہ صدیق اکبر جیسا افضل البشر بعد الانبیاء بھی نبی کریم کے آتے ہی مقتدی ہو جاتا تھا۔ جس پر بخاری و مسلم جو مسلمانوں کے صحیح ترین ماخذ ہیں سے ہیں شاہد ہیں؟ تو کیا مولانا مدنی، خلیفہ بلا فصل حضرت صدیق اکبر سے بھی اعلیٰ وارفع تھے؟

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ امام الرسول کسے کہا جا رہا ہے؟ نہیں جانتے تو سنئے۔ "شیخ الاسلام نمبر" "امام الرسول" اسے قرار دے رہا ہے جو کسی مسئلے اور کسی معاملے میں بھی حقیقت پسندی اور ذمہ داری سے کام نہیں لیتا۔ ملاحظہ ہو فاضل دیوبند مولانا عامر عثمانی کا ارشاد:-

> "مجھے بڑے رنج و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مولانا مدنی نے کسی مسئلے اور کسی معاملے میں بھی حق پسندی اور ذمہ داری سے کام نہیں لیا ہے۔"
>
> (تجلّی دیوبند فروری ۱۹۵۸ء صفحہ ۶)

لطیفہ نمبر ۳۵

غیر اللہ کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا کفر و شرک ہے۔

مولانا اسماعیل دہلوی کا فتویٰ:-

"ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفر و شرک تھا، سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے" (تقویۃ الایمان ص۸)

خیال فرمائیں! مولانا دہلوی وکالت اور سفارش کرانے کو شرک اور اس کے قائل کو ابوجہل کے برابر تصوّر فرماتے ہیں تاکہ تاجدار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو وکیل اور شفیع (سفارش کرنے والا) نہ سمجھا جا سکے مگر جب اسی مکتبۂ فکر کے سائے میں پرورش پانے والوں کے دل و دماغ پر حُبِ شیخ کا نشہ چھانے لگتا ہے تو اس وقت اپنے شیخ کے بارے میں ہر اس بات کو کہہ ڈالتے ہیں جسے کبھی عظمت رسول گھٹانے کے لئے کفر و شرک لکھ چکے ہیں۔ مثلاً انبیاء اولیاء کو وکیل و سفارشی سمجھنا کفر و شرک ہے۔ مگر مولانا مدنی کو سفارشی سمجھنا عین اسلام ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔ نذر عقیدت ص۱۱

"تیرے (مولانا مدنی کے) قدموں سے لپٹ کر اپنی کامیابی کی سفارش کرانا چاہوں گا۔ تیرے پیچھے پیچھے شافع محشر و اسم جام کوثر تک پہونچنے کی تمنا کروں گا"

چند سطر بعد:۔

"تیری ادنی اسی توجہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ میری نجات کے لئے کافی ہو کر رہے گی"

نذر عقیدت صـ۱۵ پر

؎ خدا تک میں رسائی چاہتا ہوں — وسیلہ ہے مرا وہ شیخ اعظم

نذر عقیدت صـ۱۵ پر:-

؎ شفیع الوریٰ تک پہنچ جاؤں گا میں — پکڑ لوں گا جب حشر میں تیرا داماں

ابھی بس نہیں بلکہ یہاں تک کہہ بیٹھے کہ اگر وسیلہ بنایا گیا تو یادِ خدا ناممکن ہے ملاحظہ فرمائیے۔ نذر عقیدت صـ۲۷

ہے یادِ حق کا یہ باب اول کہ یادِ محبوب حق ہو دل میں
وسیلہ اپنانہ ہو جو کوئی تو خاک یادِ خدا کریں گے!

ہوٹلوں اور قہوہ خانوں سے لیکر دار العلوم دیوبند تک چلے جائیے ہر جگہ بحث و مباحثہ کا عنوان یہی نظر آئے گا، یا رسول اللہ کہنا شرک ہے شرک ہے شرک ہے اسلئے کہ آنحضرت یہاں سے دور ہیں، بہت دور ہیں۔

لیکن جب اسی اثناء میں حضرت شیخ یاد آتے ہیں اور اکتساب فیض کا جذبہ سینے میں چٹکیاں لینے لگتا ہے اور دل و دماغ پر اخذ فیوض کا خمار چڑھنے لگتا ہے تو قرب و بعد کی بحثیں ختم ہو جاتی ہیں، قرب و بعد کی بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں، دوری اور نزدیکی کی شرطیں اٹھالی جاتی ہیں اور جس بات کو وہ نبی کریم کے لئے شرک فرماتے رہے حضرت شیخ کے لئے وہ عین اسلام ہو جاتی ہے ملاحظہ ہو

نذرِ عقیدت ص۳۴

کریں گے اخذِ فیوض اس سے وہ پاس ہو یا نہ ہو ہمارے
ہم اس کا نقشہ جما کے دل میں اب اس سے الفت کیا کریں گے

ایوانِ دیوبند میں یہ الفاظ آج تک گونج رہے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان) اس عبارت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ کوئی چاہے آفتاب ہدایت ہو یا نجم ہدایت۔ وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ وہ کسی کی فریاد رسی، مشکل کشائی نہیں کر سکتا۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت شیخ کی بارگاہ میں پہونچتے ہی یہ "شرک" ایمان ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو نذرِ عقیدت ص۱۹

علی سے ملی تجھ کو مشکل کشائی   نہ کیوں مشکلیں پھر ہماری ہو آساں

غور فرمائیے کہ جب حضرت شیخ کو مشکل کشا کہنے کو جی چاہا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی کا اقرار کیا۔

ناظرین اس موقعہ پر میں چاہوں گا کہ اس لطیفے کے ضمن میں آپ علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کو اچھی طرح جان لیں۔

دیکھئے! ان حضرات نے رسولِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑی آسانی سے فرما دیا کہ:۔

"انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا

بھائی ہے سو اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔"

(تقویۃ الایمان صـ ۶۸)

"جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔" (تقویۃ الایمان صـ ۷۲)

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" (تقویۃ الایمان صـ ۱۶)

"جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، اس میں بھی اختصار کرو۔"

(تقویۃ الایمان صـ ۷۱)

اور سنیئے:-

"لیکن باوجود محاسن عقلیہ کے محاسن شرعیہ سے آپ (آنحضرت) بالکل بے خبر تھے۔ محاسن شرعیہ کے اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے۔

مزید فرماتے ہیں:-

"اخلاقی محاسن کے تین جز، تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن، ان تینوں سے آپ قطعاً و اصلاً بے خبر تھے۔ جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیونکر آگاہی ہو سکتی ہے۔"

(مختصر سیرۃ نبویہ مؤلفہ مولانا عبد الشکور لکھنوی صـ ۲۲)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

"نبی کریم نے فرمایا ــــ میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں"
(النجم جون ۱۳۳۳ھ صفحہ ۵ کالم ۲ مدیر مولانا عبد الشکور صاحب)

اور سنئے :-

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں" (تحذیر الناس مصنفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی ص۵)

سنتے جائیے :-

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" (براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد انبیٹھی ص۵۱)

مزید فرماتے ہیں :-

"ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا (یعنی آنحضرت کا) ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ" (براہین قاطعہ ص۵۲)

یہیں تک بس نہیں بلکہ یہ وہ بات کہی دی گئی ہے جس سے شان رسالت میں

یکچھ نہ کچھ کمی پیدا ہو سکے۔

بہر حال اس مقام پر میرا اصرار یہ نہیں ہے کہ آپ علمائے دیوبند کی ان مذکورہ عبارتوں کو سرے سے ہی غلط اور باطل قرار دے کر یہ تصور کریں کہ میں خوش ہو جاؤنگا تو سراسر یہ آپ کی خوش فہمی ہوگی۔

میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ تکلیف فرما کر بالترتیب مذکورہ آٹھ دس حوالوں کو پھر پڑھ لیں تاکہ آپ کے سامنے علمائے دیوبند کا نقطۂ نظر بے نقاب ہو جائے کہ رسول اللہ ان کے نزدیک گاؤں کے چودھری، بڑے بھائی، خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ اور اخلاقی محاسن سے ناآشنا، کتاب الٰہی اور ایمان سے ناواقف اور نہ جانے کیا کیا ہیں ـــــ مگر حضرت شیخ، رسول اللہ کی طرح گاؤں کے چودھری اور معمولی انسان نہیں تھے بلکہ وہ تو انسان ہی نہیں تھے۔ ملاحظہ ہو عبارت۔

شنز رعقیدت ص۵

> "یہ (یعنی مولانا مدنی) انسان ہے یا کوئی فرشتہ؟؟ نہیں نہیں میرا ضدی قلب اس کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا کہ وہ انوار قدسیہ کا سرچشمہ فرشتہ ہو سکتا ہے۔"

غور فرماتے جائیے، شیخ صاحب کو نہ تو بڑا بھائی کہہ رہے اور نہ ہی اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل اور نہ ہی معمولی انسان۔ یہ سارے القاب تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت شیخ کے

لئے تو ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ مزید ملاحظہ فرمائیں۔

> "تو پھر آخر وہ (مولانا مدنی) کیا ہے؟ کیا وہ انسان ہی ہے؟؟
> اگر ہے تو ہوگا لیکن ہاں ہاں وہ انسانوں جیسا انسان تو نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے، جنھیں عام طور پر آنکھیں دیکھتیں، کان اس کی بات سُنتے اور دل ان کی صحبتوں سے تاثرات کے حصے حاصل کرتے رہتے ہیں۔
> چند سطر کے بعد:-
> "زیادتی تفکر نے تحیر کو فراوانی بخشی اور بالآخر کسی فیصلے کی حد تک پہونچے ہوئے قلب مضطر، عقیدت ومحبت کی زنجیروں میں جکڑا گیا؟"

میں خدا کا واسطہ دیکر دعوتِ فکر ونظر دے رہا ہوں کہ خدارا انصاف و دیانت کا گلا نہ گھونٹیے۔ اور مجھے بتائیے کہ ان عبارات کا کیا مفہوم ہے۔ صرف یہی نا! کہ مولانا مدنی انسان ہیں یا فرشتہ؟ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ مولانا مدنی کا یہی معتقد جو اپنے شیخ کو معمولی انسان اور بڑا بھائی تو بڑی بات "انسان" کہنا گوارہ نہیں کرتا، جب بارگاہ مصطفویہ میں حاضر ہوتا ہے تو بلاتکلف بڑا بھائی، معمولی انسان، ہماری طرح بشر، خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل، مرکر مٹی میں ملنے والے، محاسن شرعیہ سے جاہل، گاؤں کے چودھری اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگتا ہے۔

کبھی آپ نے ٹھنڈے دل سے سوچا یہ تضاد فکر کیوں ہے۔ ذکر رسول اللہ

کا تیور کچھ اور ذکرِ شیخ کا تیور کچھ۔ کیا ہم ایسی ذہنیت رکھنے والوں کو اگر شاتم رسول کہیں تو غلط ہے؟ ابھی آپ نے کیا جانا۔ میرے ساتھ ذرا دو قدم اور چلئے تو آپ کو حبِّ شیخ میں ڈوبی ہوئی عباراتِ علمائے دیوبند میں اُلوہیت کے جلوے نظر آئیں گے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

مولانا حسین احمد صاحب

(از مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی)

"تم نے کبھی خدا کو بھی اپنی گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرشِ عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے، تم کبھی تصور بھی کرسکتے کہ ربّ العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کر تمہارے گھروں میں بھی آکر رہے گا، تم سے ہمکلام ہوگا، تمہاری خدمتیں کرے گا۔

—— نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔ تو پھر کیا میں دیوانہ ہوں مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں؟ نہیں بھائیو، یہ بات نہیں ہے، میں ہوں نہ سودائی جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے، حق ہے۔ حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ محبت کا معاملہ ہے۔ اور محبت میں اشاروں، کنایوں سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔ محبت، بے پردہ سچائی کو گوارہ نہیں کرتی، کچھ بند بند، ڈھکی ڈھکی، چھپی چھپی باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں؟"

غور فرمائیے اور جواب دیجئے کہ آخر مولانا عبدالرزاق کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ایک

طرف تو وہ فرماتے ہیں۔" تم نے کبھی خدا کو اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا، کبھی خدا کو اس عرش عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے۔ تم کبھی تصور بھی کر سکتے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آ کر رہے گا، تم سے ہمکلام ہوگا۔ تمہاری خدمتیں کرے گا۔" ____ خدارا بتلائیے ان جملوں کا کیا مطلب ہے؟ وہ حسین احمد جو بقول مولانا اسمٰعیل دہلوی "ہماری طرح معمولی انسان، خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل، ہمارا بڑا بھائی، اخلاق محاسن سے بے خبر گاؤں کا چودھری، علم میں شیطان سے کم، مرکر مٹی میں ملنے والا ہو۔ آخر اس کے بارے میں اس طرح کے جملے لکھنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ ____ میں نے مولانا مدنی کی ذرہ برابر بھی توہین نہیں کی جو انھیں معمولی انسان، بڑا بھائی، اخلاق محاسن سے بے خبر، مرکر مٹی میں ملنے والا اور خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل لکھا ____ اسلئے کہ انھیں باتوں کو علمائے دیوبند نے سرکار دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی تحریر فرمایا ہے۔ تو پھر میری ان باتوں سے مولانا مدنی کی توہین وتذلیل کیونکر ہو سکتی ہے اور اگر واقعی ان جملوں سے مولانا موصوف کی توہین ہوتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس سے رسول اعظم کی بھی توہین ہوتی ہے۔ تو پھر جن علمائے دیوبند نے رسول کے بارے میں ایسی باتیں لکھ دی ہیں تو پھر توبہ کرکے ان عبارتوں کو کتابوں سے خارج کیوں نہیں کیا جاتا۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خدا کو گلی کوچوں میں پھرانے اور بندوں سے فروتنی کرتے ہوئے دکھانے سے مولانا عبدالرزاق صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہی نا کہ مولانا مدنی خدا تھے یا خدا مولانا مدنی کے روپ میں گلی کوچوں میں

چلتا پھرتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ

دوسری طرف مولانا عبدالرزاق صاحب کا یہ بھی ارشاد ہے —— "نہیں ہرگز نہیں، ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا" —— میں نے سمجھا چلئے آئی بلا ٹل گئی۔ اب کوئی مولانا مدنی کو خدا یا خدا کو مولانا مدنی نہیں کہے گا کیونکہ ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا"

مگر اس جملے کو لکھنے کے فوراً بعد ہی مولانا عبدالرزاق صاحب خود اپنے تحریر کردہ اس جملے کی تردیدیوں کرنے لگتے ہیں :-

"تو پھر کیا میں دیوانہ ہوں، مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں، نہیں بھائیو، یہ بات نہیں ہے، بڑی ہوں نہ سودائی، جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے حق ہے۔ حقیقت و مجاز کا فرق ہے، محبت کا معاملہ ہے۔ تا آخر

(ملاحظہ فرمائیں حوالہ)

یعنی خدا کا مولانا مدنی کے لباس میں گلی کوچوں میں پھرنا، فانی انسانوں سے فروتنی کرنا۔ کبریائیوں پہ پردہ ڈال کے لوگوں کے گھروں میں رہنا، ہمکلام ہونا، خدمتیں کرنا صحیح و درست ہے۔ اسلئے کہ میں کوئی دیوانہ مجذوب تو ہوں نہیں کہ بڑ ہانک رہا ہوں، نہ سڑی ہوں نہ سودائی، جو کچھ لکھ رہا ہوں، سچ ہے حق ہے،

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ، مولانا مدنی کے روپ میں بہرحال گلی کوچوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ اور مولانا مدنی میں کیا فرق ہوا، اس کا جواب مولانا عبدالرزاق صاحب یہ دیتے ہیں :-

"حقیقت و مجاز کا فرق ہے، محبت کا معاملہ ہے۔ محبت بے پردہ سچائی کو گوارہ نہیں کرتی۔ کچھ بند بند، ڈھکی، چھپی چھپی، باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں۔"

گویا صرف حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ یعنی خدا، حقیقی خدا ہے اور مولانا مدنی مجازی خدا ـــــ اس سے قدرتی طور پر نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ حقیقتاً خدا تو اللہ ہے مگر مجازاً خدا، مولانا مدنی بھی ہیں ـــــ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ مولانا مدنی مجازاً خدا ہیں؟ تو مولانا عبدالرزاق صاحب جواب دینے کے بجائے یوں ٹالتے ہیں کہ ـــــ

"محبت کا معاملہ ہے، محبت بے پردہ سچائی کو گوارہ نہیں کرتی کچھ بند بند، ڈھکی، چھپی چھپی باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں۔"

ناظرین! یہ ہے محبت شیخ کا خمار۔ بند بند، ڈھکی چھپی باتوں کا سہارا لیکر مولانا مدنی کو خدا کہہ دیا گیا ہے۔ مگر علمائے دیوبند میں سے کسی عالم نے ان عبارتوں پر کفر و شرک کا فتویٰ عائد نہیں کیا جب کہ ان کو لکھے ہوئے دس سال ہو گئے ہیں۔ یہ ساری عبارتیں شیخ الاسلام نمبر کی ہیں جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئیں۔ آج ۱۹۶۸ء ہے۔ دسواں سال رواں ہے۔ مگر کسی نے اُف نہیں کیا۔ کفر و شرک کا فتویٰ دینا تو بڑی بات ہے آخر کیوں؟

اگر آپ غور فرمائیں تو صرف اسی ایک مثال سے علمائے دیوبند کے طرز عمل اور ان کے نقطۂ نظر کو بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

غور فرمائیے جب رسول کا تذکرہ آتا ہے تو کہنے لگتے ہیں:۔

> "وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں"
>
> (تقویۃ الایمان ص۱۶)
>
> "اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" (تقویۃ الایمان ص۷۸)
>
> "جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ اس میں بھی اختصار کرو۔
>
> (تقویۃ الایمان ص۷۲)

اور جب حضرت شیخ کی باری آتی ہے تو فرمانے لگتے ہیں کہ "وہ انسان تھے یا فرشتہ فیصلہ مشکل ہے، سراپا نور، امام الرسول بلکہ خدا ہیں ——— جیسا کہ آپ نے بالتفصیل ملاحظہ فرمایا۔ ——— حضرات علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کا یہ فرق عظیم کس بات کی جاسوسی کرتا ہے۔ ان کے قلم میں رسول کے لئے شدت اور اپنے شیخ کیلئے اس قدر نرمی اور لچک کیوں ہے؟ رسول کی ذات سے جس بات کے تعلق پر کفر و شرک کے گولے دار العلوم دیوبند سے برسنے لگتے ہیں۔ وہ گولے بارگاہ شیخ میں پہونچ کر سرد کیوں پڑجاتے ہیں، بلکہ وہ کفر و شرک ایمان کیسے ہو جاتا ہے؟

علمائے دیوبند کی یہ دورخی پالیسی یعنی رسول کی تضحیک و تذلیل اور اپنے شیخ کی تفضیل و تکریم کس بات پر غماز ہے، میں اس کا فیصلہ انصاف پسند اور حق پرست ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔

لطیفہ نمبر ۳۶

امام مالک ابن انس مجتہد العصر والزمان سے مولانا مدنی افضل امام موصوف صرف مصداق حدیث تھے اور مولانا موصوف آیت ربانی۔ وہ حدیث جس کے مصداق امام مالک ہیں اس کا مصداق مولانا مدنی کو قرار دینا مولانا کی توہین اور میری عقیدت و محبت کے خلاف ہے۔

مفتی بجنور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا فتویٰ:-

"میں اپنی صحیح و صادق عقیدت اور محبت کی وجہ سے مجبور ہوں کہ مندرجہ ذیل حدیث کا مصداق آپ کو قرار نہ دوں یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون اعلم من عالم المدینۃ الحدیث رواہ مالک والترمذی قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سفر کرکے دور دراز سے علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ پس وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے۔ نسائی اور حاکم نے حدیث مذکور کی تحسین کی ہے اور سفیان ابن مہدی اور عبد الرزاق نے فرمایا ہے کہ مصداق اس حدیث کا امام مالک بن انس ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اٰیَۃٌ مِّنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ ہیں اور موجودہ زمانے میں اس حدیث کا مصداق ہیں۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲ کالم ۲)

میں اس طرح کی روایات صرف اسلئے پیش کر رہا ہوں کہ ابھی تک جو کچھ ہوا ، ہوا ۔ مگر اب آپ علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں نہ چوکیں ۔ ـــــ دیکھئے ! اس مقام پر ایک مقلد کو مجتہد کے مقابلہ میں پیش کیا جارہا ہے ؟ نقل کردہ اقتباس پھر پڑھئے ۔ سفیان ابن مہدی اور عبدالرزاق حدیث مذکور کا مصداق سیدنا الامام حضرت مالک بن انس کو قرار دیتے ہیں مگر حضرت شیخ کے محب صادق مفتی بجنور مولانا مدنی کو نہ صرف امام مالک کے برابر کرنے کے لئے ان کو مصداق حدیث کہتے ہیں بلکہ مولانا موصوف کو آیات ربانیہ میں شمار کر کے حضرت سیدنا امام مالک مجتہد العصر والزمان سے آگے بڑھانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں ۔ خدارا آپ انصاف کریں آخر علمائے دیوبند اپنے شیخ کو " خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل " یا معمولی انسان یا ہماری طرح بشر کیوں نہیں کہتے ؟ ان کو کبھی انسانیت سے بالاتر کبھی امام الرسول ، کبھی الوہیت کا پیکر اور کبھی امام مالک سے افضل کیوں لکھا اور کہا جارہا ہے ۔ ـــــ کیا اب بھی علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے ۔

لطیفہ نمبر ۳۷

جس طرح وہ شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جو بشریت رسول کا منکر ہو ۔ اسی طرح اس شخص کے بھی ایمان و اسلام کی کیا ضمانت ہوسکتی ہے جو رسول کو اپنی طرح بشر سمجھے ۔ ـــــ مگر افسوس نجد سے دیوبند یا

سہارنپور چلے جائیے یہ الفاظ آپ کے کانوں سے ٹکراتے رہیں گے کہ ـــ "رسول ہماری طرح بشر تھے، رسول معمولی انسان تھے ـــ اور اگر آپ بدقسمتی سے یہ پوچھ لیں کہ اے حضرت! آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں؟ تو بڑی قرأت سے تلاوت فرمائیں گے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ـــ اس کے بعد یوں استدلال کریں گے کہ دیکھو دیکھو بہ چشم عبرت دیکھو خود سرورِ کائنات کو تسلیم ہے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں ـــ بشر کے کیا معنی ہیں، اور مثلیت کی کیا حقیقت ہے، اس پر گفتگو کیے بغیر میں بھی حضرات علمائے دیوبند سے صرف ایک سوال کرنے کی جسارت کروں گا۔ "بہ قول آپ کے رسول ہماری طرح بشر ہیں" اس کی دلیل یہ ہے کہ خود رسول کو یہ بات تسلیم تھی تو کیا مجھے یہ کہنے کی اجازت دی جائے گی کہ مولانا مدنی ناکارہ، علم و فضل سے خالی، اور ننگ اسلاف تھے، کیونکہ یہ باتیں خود مولانا موصوف کو بھی تسلیم تھیں۔ مولانا خود ہی فرماتے ہیں:۔

"میں تو بالکل ہی ناکارہ اور خالی تھا اور آج تک خالی ہی ہوں"

(نقش حیات صفحہ ۱۵ جلد ۱)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند

۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ (ماخوذ از شیخ الاسلام نمبر ص ۱۶۰)

غور فرمائیے کہ مولانا مدنی خود کو ناکارہ علم وفضل سے خالی اور ننگ اسلاف لکھ رہے ہیں اور ان کا ننگ اسلاف ہونا مدیر الجمعیۃ کو تسلیم ہے جبھی تو شائع کیا۔ اور آج تک مولانا کے کسی مرید و معتقد نے "ننگ اسلاف" ہونے پر غم و غصہ کا اظہار نہیں کیا۔ اور جب تک مولانا مدنی زندہ تھے کسی نے یہ شکایت نہیں کی کہ حضرت جب آپ ننگ اسلاف نہیں ہیں تو جھوٹ بول کر ننگ اسلاف کیوں لکھتے ہیں؟ اور نہ کسی مرید نے یہ سوچ کر کہ جب حضرت شیخ کو خود اقرار ہے کہ میں ننگ اسلاف اور ناکارہ ہوں، تو لاؤ ان کی بیعت توڑ دی جائے۔ ان تمام حقائق کے باوجود اگر ہم مولانا مدنی کو ان کے ہی فرمودات کی روشنی میں ناکارہ، علم وفضل سے خالی اور ننگ اسلاف لکھ دیں یا کہہ دیں تو ہر چہار طرف سے آواز اٹھے گی کہ دیکھو دیکھو وہ بدعتی اور قبر پجوا جا رہا ہے۔ اس سے کسی کو بحث نہیں کہ میں خود بدعت کو ضلالت اور قبر پرستی کو شرک سمجھتا ہوں ——— بس انھیں بدعتی اور قبر پرست کہنے میں ہی سکون ملتا ہے۔ یہ نہ دیکھیں گے کہ خود حضرت شیخ کو اپنا "ننگ اسلام" ہونا تسلیم ہے۔ ——— اگر افہام و تفہیم کا لب و لہجہ اختیار کیجئے تو کم از کم ۲۴۰ گالیاں تو ضرور سننی پڑیں گی۔ مثال کے طور پر مولانا مدنی ہی کو لے لیجئے شہاب ثاقب لکھنے بیٹھے تو ۲۴۰ گالیاں دئیے بغیر دم نہ لیا جس کا اعتراف فاضل دیوبند مولانا عثمانی کو بھی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مصنف (مولانا شاہ اجمل صاحب سنبھلی علیہ الرحمہ) نے شروع

میں شہاب ثاقب میں سے ۱۴۰ ایسے الفاظ کی فہرست دی ہے جو ان
کے الفاظ میں موٹی موٹی گالیاں ہیں۔ واقعی مولانا مدنی نے اس کتاب
میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ انہیں موٹی موٹی گالیاں
نہ سہی مہذّب گالیاں کہنا ضرور حق بجانب ہے۔"

(ماہنامہ تجلّی فروری، مارچ ۱۹۵۹ء دیوبند)

واہ رے شیخ پرستی! کہیں گالیاں بھی مہذب ہوتی ہیں۔ عامر صاحب!
گالیوں کو مہذّب آپ کہہ سکتے ہیں مگر اس کے لئے جس کا دل و دماغ اسلامی ہے
آپ کا یہ ارشاد ناقابل قبول ہے۔ —— اچھا آئیے ذرا ان گالیوں پر بھی ایک
طائرانہ نظر ڈال دی جائے۔ جو فاضل دیوبند مولانا عامر عثمانی کے نزدیک
"مہذّب گالیاں" ہیں:-

"دھوکہ باز، فریبی، مکّار، دجّال، بریلوی، افترا پرداز،
دروغ گو، بہتان تراش، دجّال ناپاک، روافض کے چھوٹے بھائی،
ابلیس لعین کا شاگرد، گمراہ، بے دین، کج فہم، بے عقل، بے علم
بے شعور، مجدد التکفیر، مجدد التضلیل، مجدد المفترین، شیطنت
کا جال پھیلانے والا، اہل ہوا و بدع وغیرہ وغیرہ"

۱۲۰ صفحے کی کتاب الشہاب الثاقب میں اسی طرح کی ۱۴۰ گالیاں مولانا عامر
کے نزدیک مہذّب گالیاں ہیں —— میں چیلنج کرتا ہوں، اگر انہیں الفاظ

کو اس طرح لکھ کر کوئی مولانا عامر کے پاس بھیج دے کہ:

جناب عامر عثمانی صاحب سلام مسنون

مجھے یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ آپ مولانا اسمٰعیل دہلوی اور مولانا مودودی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات ——— دھوکہ باز، فریبی، مکار، دجال دیوبندی افترا پرداز، دروغ گو، بہتان تراش، دجال ناپاک، روافض کے چھوٹے بھائی، ابلیس لعین کے شاگرد، گمراہ، بے دین، کج فہم، بے عقل، بے علم، بے شعور، مجدد التکفیر، مجدد التضلیل، مجدد المفترین، شیطنت کا جال پھیلانے والا، اہل ہوا و بدع ہیں۔

امید قوی ہے کہ آپ برا نہیں مانیں گے، بلکہ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔ فقط آپ کا۔

فلاں

تو عامر صاحب کا جام صبر و ضبط چھلک اٹھے گا۔ اور بدقسمت "فلاں" کو اس طرح لتھیڑیں گے کہ "تجلی دیوبند" کے آٹھ، دس صفحات رنگ اٹھیں گے۔ اس قسم کے خط کو پڑھنے کے بعد مولانا عامر کچھ کہیں یا نہ کہیں۔ مگر نامہ نگار کے ان الفاظ کو "بدترین" گالی یقیناً قرار دیں گے۔ مگر جب یہی گالیاں مولانا مدنی کے قلم سے نکلتی ہیں تو "مہذب" کہی جاتی ہیں۔

ناظرین: ہوش سنبھالئے اور غور کیجئے، گالیاں بہرحال گالیاں ہیں چاہے میری زبان و قلم سے نکلیں یا مولانا مدنی کی زبان و قلم سے۔ خواہ مولانا

احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو دی جائیں یا مولانا اسمٰعیل دہلوی یا مولانا ابوالاعلےٰ مودودی کو ——— گالیوں کو مہذب قرار دینا غیر مہذب ہونے کی دلیل ہے۔ مگر قربان جائیے فاضلان دیوبند پر۔ وہ گالیاں جو مولانا احمد رضا کو دی جائیں وہ تو مہذب ہیں اور جو مولانا حسین احمد کو دی جائیں وہ بدترین ہیں۔

گفتگو بہت طویل ہو گئی۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ جس طرح آنحضرت کو اپنے جیسا بشر کہنے کے لئے حضرت کا ارشاد انما انا بشر مثلکم کو پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا کہ ہم لوگ بھی مولانا مدنی کے ارشاد مبارک کو پیش کرتے ہوئے اُن کو ناکارہ، علم و فضل سے خالی اور ننگ اسلاف کہہ سکیں۔

ناظرین! ذرا ٹھہرئیے اور ٹھنڈے دل سے سوچئے! کہ مولانا مدنی جب اپنے کو ناکارہ اور ننگ اسلاف کہتے ہیں تو کوئی ان کو ناکارہ اور ننگ اسلاف نہیں کہتا بلکہ تواضع پر محمول کرتا ہے۔

لیکن جب نبی کریم اپنے آپ کو انما انا بشر مثلکم فرماتے ہیں تو ہر شخص ان کو "اپنے جیسا بشر" کہنے لگتا ہے۔ کوئی بھی اللہ کا بندہ تواضع پر محمول کرتے ہوئے یہ نہیں کہتا کہ سرکار دو جہاں بشر تو ہیں مگر ہماری طرح نہیں۔ حضرت نے مثلکم تواضعاً فرمایا ہے۔

دیکھا آپ نے علمائے دیوبند کا نقطۂ نظر۔ مولانا مدنی اپنے آپ کو ناکارہ اور ننگ اسلاف کہیں تو تواضع ہو جائے اور رسول مقبول

بشر مثلکم فرمائیں تو تواضع نہیں بلکہ ہماری ہی طرح بشر ہوجائیں ۔
واہ رے علمائے دیوبند کی دورُخی پالیسی ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

ابھی تک آپ نے جو کچھ ملاحظہ فرمایا اس کا تعلق ایمانیات سے تھا اسلئے یہ کہنا غلط ہے کہ علمائے دیوبند اور علمائے بریلی کے درمیان جو نزاع ہے وہ محض فروعی اور غیر ضروری ہے ۔ اب جب کہ آپ نے بخوبی جان لیا کہ اکابر دیوبند خود اپنے ہی فتاویٰ کی روشنی میں کافر مُرتد اور ملحد و زندیق ہیں تو علمائے بریلی کے فتووں کو تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہ رہی ۔

چونکہ یہ لطیفہ کتاب کا آخری لطیفہ ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ بعض فروعی مسائل پر بھی روشنی ڈال دی جائے تاکہ بہ آسانی سمجھا جاسکے کہ جن باتوں کا سہارا لے کر ہمیں بدعتی جیسے پھوہڑ اور گندہ لفظ سے مشہور کیا جارہا ہے ، وہ کہاں تک صداقت و دیانت پر مبنی ہے ۔

اس سلسلے میں سارے اقوال میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے پیش کروں گا ۔ کیونکہ ان کے بارے میں مولانا تھانوی فرماتے ہیں :۔ ؎

من منور از جمال حاجیم　　　من مکمل از کمال حاجیم

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۳۸۶ حکایت نمبر ۴۲۳)

مولانا گنگوہی فرماتے ہیں :۔

"تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔"

(ارواح ثلثہ صفحہ ۲۹۰ روایت نمبر ۳۰۷)

علاوہ ازیں حضرت حاجی صاحب قبلہ کی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے صفحہ ۲ پر موصوف کا تعارف ان لفظوں میں کرایا گیا ہے۔

"از افادات منبع الفیوض والبرکات امام العارفین فی زمانہ مقتدا المحققین فی اوانہ سیدنا مولانا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ مہاجر مکی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔"

اس لئے بہتر بھی یہی ہے کہ ان کے اقوال و ارشادات کی روشنی میں فروعی مسائل کا تحلیل و تجزیہ کیا جائے تاکہ علمائے دیوبند کے لئے وہ فیصلے قابل قبول ہوں۔ لہٰذا عرس کے بارے میں حاجی صاحب کا نظریہ ملاحظہ ہو۔ حضرت حاجی صاحب "فیصلہ ہفت مسئلہ" صفحہ مطبع مجیدی کانپور پر تحریر فرماتے ہیں :-

"مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جاویں، باہم ملاقات بھی ہو جاوے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہونچایا جاوے

یہ بے مصلحت تعین وقت میں۔"

اسی صفحے پر آگے چل کے فرماتے ہیں:۔

"حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب، قرأت وطعام بھی جائز اور تعین تاریخ بہ مصلحت جائز۔"

- صفحہ ۷ پر فاتحہ مروج کے بارے میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں:۔

"یہ ہیئت مروج ایصال کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارہویں حضرت غوث پاک قدس سرہٗ اور دسواں، بیسواں، چہلم ششماہی، سالیانہ وغیرہ۔ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ حلوائے شب برأت اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا اور یہی عملدرآمد اس مسئلے میں رکھنا چاہیئے (گویا جملہ مذکورہ امور بدعت نہیں)۔"

- صفحہ ۸ پر محفل میلاد میں حضور کی تشریف آوری کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔"

- صفحہ ۵ پر میلاد و قیام کے بارے میں فرماتے ہیں :-

"مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں"

الحاصل عرس تعین وقت کے ساتھ جائز ، زیارت مقابر انفراداً واجتماعاً جائز ۔ ایصال ثواب قرأت وطعام جائز ۔ وقت کا تعین بھی جائز ۔ نیز گیارھویں ، دسواں ، بیسواں ، چہلم ، ششماہی ، سالیانہ ، توشۂ حضرت عبدالحق اور حلوائے شب برأت وغیرہم جائز ——— اور حضور کی تشریف آوری میلاد میں عقلاً ونقلاً صحیح و درست ہے ۔ بلکہ بعض مرتبہ واقع ۔ اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب ہر سال حصول برکات کیلئے محفل مولود منعقد کرتے قیام کرتے اور لطف ولذت حاصل کیا کرتے تھے ۔ اس لئے ان مذکورہ بالا امور کو بدعت کہنے کا واحد مطلب یہ ہے کہ مولانا نانوتوی ، گنگوہی اور تھانوی اس کے مرید ومعتقد ہیں جو خود بدعتی تھا ۔

نوٹ :- علمائے دیوبند کے اس قسم کے مزید لطائف وظرائف اور افکار وخیالات سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے مندرجہ ذیل کتابوں کا بھی ضرور مطالعہ کریں ۔ خون کے آنسو ، زلزلہ ، تحقیقات ، انکشافات دیوبند کا نیا دین ، المصباح الجدید ، تبلیغی جماعت ، حق وباطل کی پہچان (ناشر)